# گھنے جسم میں ملاقات

نظمیں

شاہد زبیر

# گھنے جسم میں ملاقات

## (نثری نظمیں)

| | | |
|---|---|---|
| پبلشرز | : | دستک پبلیکیشنز، گلگشت ملتان |
| کمپوزنگ | : | افضال گجر (کمپیوٹر لنکس گلگشت ملتان) |
| ٹائٹل/گرافکس | : | جواد حفیظ/کامران |
| پرنٹرز | : | شاہکار سعیدی پرنٹنگ پریس ملتان |
| اشاعت | : | نومبر 2012ء |
| قیمت | : | 300 روپے |
| رابطہ | : | شاہد زبیر |

0323-8636111,061-6521019

69 نشیمن کالونی بوسن روڈ ملتان

دستک پبلی کیشنز گول باغ گلگشت ملتان

0302-7766622

dastakpublication@yahoo.com

# انتساب

عزیز دوست

خالد شیرازی

کے نام

# تخلیقات مصنف

- ..... کمال مطلوب — تحقیقی مضامین
- ..... آگہی — تحقیقی مضامین
- ..... ترغیب — دینی مقالات
- ..... حاجت مطلوب — مجموعہ وظائف
- ..... قرآنی پیشین گوئیاں — قرآن پاک سے
- ..... کیمیائے سعادت — تلخیص
- ..... کشف المحجوب — تلخیص
- ..... کیمیائے ہدایت — تصوف
- ..... حکایات اولیاء — تاریخی ادب
- ..... حکایات صفوریؒ۔ غزالیؒ — تاریخی ادب
- ..... کسب کمال — دینی مقالات
- ..... گھاس پر لکھی کہانیاں — افسانے
- ..... برف پر لکھی کہانیاں — افسانے
- ..... زمین پر لکھی کہانیاں — افسانے

- ..... اپنائیت کا سفر — نثری نظمیں
- ..... منسوخ نیند — نثری نظمیں
- ..... سوچ میں بیٹھے رنگ — نثری نظمیں
- ..... کروسان — مختصر نظمیں
- ..... سرخ موسم — نثری نظمیں
- ..... کمہار کے برتن — نثری نظمیں
- ..... سات سطروں کی کہانیاں — نثری نظمیں
- ..... دیوانے کا روزنامچہ — نثری نظمیں
- ..... برف کی قاشیں — نثری نظمیں
- ..... گھنے جسم میں ملاقات — نثری نظمیں
- ..... چوی کہانیاں — مختصر نظمیں
- ..... نمائندہ امریکی نظمیں — ترجمے

## آنے والی کتابیں

- ..... نبیوں کی کہانیاں (قرآن پاک سے)
- ..... مقالاتِ جیلانیؒ
- ..... سفرنامہ امریکہ
- ..... دیانت (سیرت نبوی)
- ..... جسمانی وروحانی امراض

# شاہد زبیر کی نظمیں

شعور کی سطح پر جینے والے عجیب آشوب میں مبتلا ہوتے ہیں، ان کی باطنی کائنات کی ترتیب الگ ردھم میں چل رہی ہوتی ہے اور ایک بظاہر دنیا خود میں الجھائے رکھتی ہے، کہ ظاہر و باطن کا ہم آہنگ ہونا امر محال لگتا ہے۔ پھر کچھ یوں ہے کہ سارے دن عجلت میں گزرتے جاتے ہیں، بے فکر فرصت ڈھونڈتی رہ جاتی ہے۔ موسم کی چاپ ابھرتی ہے۔ اور طمانیت کا لمحہ دیئے بغیر دبے پاؤں گزر جاتی ہے، بے مہر وقت اداسی کا درد نہ جانے کب اندر ہی اندر اتر جاتا ہے کہ خبر ہی نہیں ہوتی۔۔۔ کسی لمحے تخلیقی احساس کی رمق جاگتی ہے تو ان کہا درد بے چین کر دیتا ہے، وحشت زدہ نیند آنکھ میں ٹھہرتی ہے تو خواب گریزاں ہو جاتے ہیں۔ بوجھل کیفیات وجود میں اتھل پتھل مچاتی ہیں کہ وہ اپنے اظہار کی راہیں ڈھونڈنے لگتا ہے۔

شاہد زبیر کی تخلیقی جہت نے نثری نظم کا سانچہ تراشا ہے اور اظہار کی قوت، شعری اسلوب میں ڈھلنے لگی ہے۔ زرخیزئی فکر کی نمود، انہیں ثمر بار کر رہی ہے کہ وہ ہر سوچ، فکر، ہر خیال کو کہہ دینے پر مصر نظر آتے ہیں۔ ان نظموں کو میں نے شاعر کی کتھارسی کیفیت میں دیکھنے اور اس کی ذہنی ساخت کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ ''گھنے جسم میں ملاقات'' شاعر کے یہاں معاملات زندگی کے تعلق سے جنم لے رہے ہیں وہ زندگی جس میں ہم موجود ہیں وہ زندگی جو ہم میں موجود ہے مگر بے اطمینانی اور بے کیفی کا استعارہ بن چکی ہے۔ اس کے مطالبات جسم سے شروع ہو کر بدن پر ختم ہو رہے ہیں۔ اس کے بیچ وجود کی گمشدگی ایک معمہ بن چکی ہے۔ شاعر کی جستجو کا سلسلہ کچھ یوں ہے کہ روح و بدن کی ہم آہنگی بنیادی خواہش کے طور پر سامنے آ رہی ہے۔ اس کے جسم کا معاملہ روح سے اور روح کا معاملہ وجود سے برسرِ پیکار ہے۔ تصادم اور تناؤ کی کیفیت ڈرامائی صورتحال سے دوچار کر رہی ہے۔ تماشے کا ناظر (شاعر) پردے پر کھیلنے جانے والے کھیل سے محظوظ ہوتا ہوا اس کے پیش منظر کو پس منظر میں دیکھتا ہوا کہیں خود کردار بن رہا ہے۔ اور کہیں اپنے آپ پر مضحکہ خیز ہنسی ہنس رہا ہے۔ کہیں دکھ اوڑھے کھڑا ہے، کبھی فوکس ان ہونے پر جھینپ رہا ہے۔ کبھی اسٹیج سے excite ہونے پر حیران و پریشان ہے، ایسے میں اس کی توجہ اسکرپٹ رائٹر (کاتب تقدیر) کی طرف جاتی ہے۔ وہ اس سے شکوہ کرنا چاہتا ہے، تماشے کو ختم کر دینے کا ملتمس ہوتا ہے۔ مگر ایک انانیت

(خدائی وصف) ''ہونے'' کی ضد بن کر اس سے لپٹ جاتی ہے اور یہی تیور اس کا لہجہ اکھڑ کرتی ہے اور وہ اظہار میں کھردرا ہو جاتا ہے۔۔ شعری صنائع بدائع، اوزان و بحور اس کی تخلیقی بہاؤ میں رکاوٹ نہیں بنتے۔ وہ اپنی نظموں میں زندگی کی بدمعاملگی پر احتجاج ریکارڈ کرنے لگتا ہے۔ ماورائے منظر دیکھ سکتے ہوئے کم الفاظ میں، گہری بات کہنے کا ہنر آشنا ہوتے ہوئے، باطنی و ظاہری واردات دستاویز کرنے لگتا ہے۔ زندگی کے پیچ و خم، روح پر لگے زخم، آنکھوں کے نم کا گھلا ملا احساس، ہر نظم میں ملتا ہے۔ اور شاعر کا فکری معاملہ کھل کر سامنے آنے لگتا ہے۔

نظم ''سکون چند کی لائنیں'' دیکھیں

میں زندگی کو ایک مشکوک اچھائی کی طرح
دیکھتا ہوں
خوشی کے دن ہی کتنے ہیں، جس میں دولت کی
طغیانی کا برپا ایک دریا ہے
میں اس طغیانی کا ایک کنارہ ہوں اور میری زندگی
اس کے کنارے کھڑا ایک درخت
رنج و الم سے لکھا ایک نتیجہ
موت اور روح کو مادے میں قید کرنے کا ایک نام تھا

''گھنے جسم میں ملاقات'' کی 176 نظموں میں کسی خواب کا عکس، کسی تخیل کا لمس، شاعر کے خیال سے دور اجنبی بن کر کھڑا ہے کہ وہ تجزیاتی اور تجرباتی ذہن کا حامل نظر آتا ہے۔ اس کی نظر کے لئے ہر نظارا پر فریب ہے۔ وہ معلوم واقعات کی تہہ میں اترنا چاہتا ہے۔ معلوم اور نامعلوم کے درمیان ربط تلاش کرتا ہے۔ گمشدہ کڑی کی جوڑ توڑ میں الجھتا ہے۔ اور پھر کوئی نہ کوئی سرا اس کے ہاتھ میں آجاتا ہے۔ اور سود و زیاں دھرارہ جاتا ہے، وہ بے دھڑک ہو جاتا ہے اور بے خوف بھی۔ اس کی نظموں میں خواب اور خوف خلط ملط ہو جاتے ہیں، کہیں مہیب سائے دیواروں پر عکس ابھارتے ہیں اور نظر نہ آنے والی کائنات زندہ دھڑکنے لگتی ہے اور خود پر اعتماد اس کا لہجہ بن جاتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک نظم ''تخلیق کار'' کی چند لائنیں دیکھیں۔

میں ایک تخلیق کار ہوں،

اپنے خوابوں اور خوف کی

آمیزش سے شعری دنیا تخلیق کرتا ہوں

میری جان دار تخلیقوں میں ڈائنیں ہیں

چڑیلیں ہیں، اور کالی دیوی کے عکس ہیں

میں گم کردہ دنیاؤں اور تجربوں کو

زندہ کر سکتا ہوں،

شاہد زبیر کی نظموں میں، ان کا ہر احساس تجسیم ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔ ایسے میں روح کا مادی وجود بہت اہمیت اختیار کر جاتا ہے، بیمار رومانیت سے پہلو بچاتے ہوئے صحت مندانہ طرز فکر رکھتے ہوئے حقیقی پیکر اور اس کے خیر انگیز معاملات کو بھی حسی تجربے سے ہم آمیز کرتے ہیں، کہ خاکی پیراہن ان کے وجود نے بھی اوڑھ رکھا ہے۔ وہ تجربات میں آنے والے لمحوں کو کہہ دینے کی جرأت رکھتے ہیں۔ جذبوں کی تہذیبی صورت بھی سہولت سے نظم ہوتی ہے، جنسی جبلت، بنیادی احتیاجات کے طور پر، ان کی توجہ کو مرتکز کرتی ہے۔ ایسی کئی نظمیں مشرقی روایات کے برعکس براہ راست آتی ہیں اور ان کا اندازِ تہذیب آلودہ نہیں ہوتا۔

''بدن کا لمس'' سے کچھ لائنیں

میں تمہیں بالکل ایسے چھونا چاہتا ہوں

جس کو بیاں کرنا مجھ پر مشکل ہے

میں تمہارے بدن کا لمس

اپنی انگلیوں میں قید کرنا چاہتا ہوں

اور پھر اسی نظم کی آخری لائنیں

مجھ پر بھروسہ کرو، مجھے چھونے دو

میں اپنی انگلیوں میں تمہارا لمس

کشید کرنے سے آگے

بالکل نہیں بڑھوں گا

اظہاری اسلوب میں حوصلہ مند ہونے کے باوجود شاعر کے درون میں روح کے آشوب نے عجب ہنگام برپا کر رکھا ہے۔ گھٹن زدہ کم و کیف موسم نے حبس کی حدت اتنی بڑھا دی ہے کہ ذرا سی بادِ صبا کی خواہش میں جسم و جان کی دیواریں چٹختی جا رہی ہیں اور برہنہ ہوتی روح، نامہربان آسمان سے برستی دھوپ کی تمازت سے پیاسی ہو کر گرلا رہی ہے۔ روح و بدن و جسم کی پیوستگی و ہم رشتگی بھی ان کے ہاں ایک اہم موضوع بن کر سوالیہ ہو رہی ہے۔ وہ خود کلامی کرتے ہوئے خدا سے مکالمہ کر بیٹھتے ہیں۔ لاپروائی سے ہنسی اچھال کر بے تکلف دوستوں کی طرح حال چال پوچھتے، چھیڑ چھاڑ کر لیتے ہیں، پر اس ہنسی کے پس منظر میں درد کی لہریں وجود سے ٹکرا کر چھلک رہی ہیں۔ اور سوال بن کر الجھ رہی ہیں۔
نظم تماشہ کی لائنیں دیکھیں۔

کھیل ہمیشہ سے دو ہی کھیلتے ہیں
مگر یہ اکیلا تماشہ لگائے کھڑا ہے
پتہ نہیں کیا کرتا ہے

یہ چھیڑ چھاڑ، اس خواہشمندی سے جڑی نظر آتی ہے کہ انسان کی تخلیقی سرشت بے باک ہے۔ ساختہ حد بندیوں نے محبوس فضا بنا رکھی ہے اور نادیدہ پہرا بٹھا رکھا ہے۔ بعض اوقات وہ حقیقی تخلیق کار (خدا) کے مقابل کھڑے ہونے کی خواہش جرأت کے ساتھ کر بیٹھتا ہے۔ یقیناً اس کی اس طفلانہ خواہش پر وہ مسکرا دیتا ہوگا۔ مگر خواہش تو خواہش ہے وہ بھی اسی کے خلق کردہ انسان کی، مگر یہ بھی ہے کہ جس کی بے باکی کے صلے میں اسے تخلیقی ہنر عطا کیا گیا۔ شاہد زبیر اس کا ادراک رکھتے ہیں اور خواہش مند ہوتے ہیں۔
''چوری کا آدمی'' کی یہ لائنیں دیکھیں

تھوری سی مٹی چرا کر ایک آدمی بناؤں گا
اس کے لئے ایک چراغ اگاؤں گا
پانی ڈھیر کرنے کو، ایک گھڑا اور کچھ
شکنجے میں لٹکتی ہوا
زندگی بسر کرنے کے لئے ایک ضابطہ
ایک بدبخت سرشت، پھر اسے
ایسی سرنگ میں داخل کروں گا
جس سے وہ کبھی نہ نکل سکے

شاہد زبیر کی نظموں میں کہانی کا عنصر نمایاں نظر آتا ہے، ان کی نظمیں قصہ کی مختصر ترین روداد ہیں۔ ان کے یہاں پلاٹ (ماجرا) زندگی سے اخذ کیا ہوا ہے۔ وہ معاملات کی دورنگی تضادات کو سہولت سے بھانپ لیتے ہیں، ایسے میں ان کا لہجہ تیکھا ہو کر طنزیہ بھی ہو جاتا ہے۔ نظم کی پنچ لائن مؤثر، تجزیہ کی صورت حال کا نچوڑ ثابت ہوتی ہے۔

نظم ''شرف'' کی یہ لائنیں دیکھیں۔

کتیاؤں کو نجس سمجھنے والیوں نے
اپنا موازنہ ان سے نہیں کیا
وہ کوئی ایسا کام نہیں کرتیں جس سے
ان کے شرف میں کمی آئے
ان پر سب سے بڑا الزام حرام کاری کا ہے
جس پر ہر شخص مائل ہے، تلاش میں ہے
وہ اپنی زندگی میں بارہا ایسی یا
اس سے ملتی جلتی حرام کاریاں کرتا ہے
اپنے شرف کے لئے
کتا کہلانا پسند نہیں کرتا

باطن کی دنیا سے جھانکتی خواہشات، روحانی تجربے کی بھی غماز ہیں۔ یہی مرتب شعور کی تخلیقی تفہیم بھی، کہ ان کے یہاں موضوعات کی فراوانی ہے۔ اور حیرت انگیز خیالات کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے۔ وہ ہر نظم میں کچھ کہنا چاہتے ہیں اور بیشتر نظموں میں کچھ کہہ گزرے ہیں۔

سائرہ غلام نبی
مدیرہ سہ ماہی 'آئندہ' کراچی
صدر شعبہ سکرپٹ۔ 'ہم ٹی وی

۲۵ ستمبر ۲۰۱۲ء

# فہرست


| نظم | صفحہ نمبر |
| --- | --- |
| چالیس سال کی مسافت | 1 |
| نثری نظم کی وکالت | 2 |
| معجزہ | 5 |
| مطلب، مکاشفہ | 6 |
| گھنے جسم میں ملاقات | 7 |
| گرم لہو | 8 |
| بے انا، اونچی آواز میں پڑھی گئی کتاب | 9 |
| پیاس، مشکوک | 10 |
| تماشا | 11 |
| تلاش | 12 |
| ننگے | 13 |
| نہتا آدمی، حنوط | 15 |
| پھسلتا خوف، کتے | 16 |
| تمہاری بڑی قدر ہے، آزادی | 17 |
| کھیپ، یادگار | 18 |
| مخلوق، سچائی میں قائم، تمثیل | 19 |
| آدمی مر کر کہاں جاتا ہے، فروعی اختلاف | 20 |
| چوری کا آدمی، زندہ | 21 |
| اندوہناک کتھا، لے | 22 |
| قید لوگ، لٹک جانے دیتا ہوں | 23 |
| غراہٹیں سنائی دیتی ہیں | 24 |
| پیچیدہ، شرف | 25 |
| ناموافق، سوا نیزے پر | 26 |
| زیادہ محبت، دفن | 27 |
| مجہول محبت، مہیب سناٹا، دیمک | 28 |
| دیوی کے بال، تعزیت | 29 |
| جیون کو خوش کریں، بے نشاں قدم | 30 |
| دوریوں کا تاوان، ہجرتیں | 31 |
| تخلیق کار، آخری نوٹ | 32 |
| پاکیزگی، راز | 33 |
| آزاد، شہید | 34 |
| میانہ روی | 35 |
| سکون | 36 |
| آبی مخلوق، خوشحالی | 37 |
| پاداش، ریت سے دھلا چہرہ | 38 |
| تاج محل، لعنت بے شمار | 39 |
| تمثیل، دریافت | 40 |
| انتظار، درد پدری | 41 |
| فاتر العقل، روشنی | 42 |
| بڑھاوا، کھوپڑیوں کے مینار | 43 |
| فضا کی سازش کے مجرم | 44 |
| فرعون نے میرا بھرم رکھا، کیا تم مر چکے ہو | 45 |
| کھلے میدان کی سولی | 46 |
| چاغی کے قبرستان میں میرے لیے جگہ رکھنا | 47 |
| شاہ کا کتا | 48 |
| 1936 میں دفن کر دیا جائے، سورج اور سورج | 49 |
| ادھورے لفظ، ریاست | 50 |
| بات کس کی سمجھ میں آئے گی | 51 |

| | |
|---|---|
| میری دریافت نو، بند قبا | 52 |
| حقیقت، کواڑ | 53 |
| اس منظر کو، رام | 54 |
| فضا کی سازش، خوشی | 55 |
| سیکنڈ ہینڈ کتیا، بھوکے ننگے | 56 |
| اب انصاف میں کروں گا | 57 |
| موت کا منظر، گزرا ہوا آدمی | 58 |
| معلوم نہیں، ہمارے طبیب | 59 |
| گیان کی عبارتیں | 60 |
| ہمارے کام میں دخل، ہجر کا خط | 61 |
| میں انتظار میں ہوں | 62 |
| دانش کے پیغام | 63 |
| وہ دن آنے ہی والا ہے، خودمختاری | 64 |
| زمین کی گرہ | 65 |
| ٹھنڈی آگ | 66 |
| بدن کا لمس | 67 |
| زندہ اور گرم | 68 |
| بدن کا گھر | 69 |
| باہر برستی بارش | 70 |
| جنگ | 71 |
| ناہمواری | 72 |
| ٹھنڈا، مہربانی | 73 |
| دو مرتبہ، بے اختیاری کا سفر | 74 |
| نامکمل دائرہ، ناقص چقماق | 75 |
| جینے کا موقع، چاند سے لایا گیا پتھر | 76 |
| ملاپ، سفر جاری ہے | 77 |
| زندگی تو ایک دھاگہ ہے، گیدڑ سنگھی | 78 |
| کنگال آدمی، بھک منگا | 79 |
| جعلی سانس، ہزار سال کی مشقت | 80 |
| تم، اوپر جاتا پاؤں | 81 |
| کیوں؟، خون کی غلاظت | 82 |
| Overflow | 83 |
| کنجی | 84 |
| ایک کھنڈر آباد ہے، سفر | 85 |
| مہمان دیوتا | 86 |
| ایک نسل کا کفن | 87 |
| کہولت کے آثار، تاج | 88 |
| ریت پر لکھی کہانی، اجڑی بستیاں | 89 |
| اختیار، ہوا کا شور | 90 |
| ازموں کا طلسم، پرکار میں جوتا نقطہ | 91 |
| شکوہ، بے چارہ تنہا | 92 |
| بیشتر، ہراساں آدمی کا نوحہ | 93 |
| التجا، طلوع | 94 |
| چاٹی کی لسی، جمالیات | 95 |
| پردہ، انتظار | 96 |
| مسمار لوگ، زیارت | 97 |
| مجذوب | 98 |
| نوری جام تماچی کا مقبرہ، مسئلہ فیثا غورث | 99 |
| کون اکساتا ہے، چوررانیاں | 100 |
| شناخت، سراب | 101 |
| خوشیاں، بھکاری | 102 |
| رات تماشا، تلاش | 103 |
| کل الصبح | 104 |
| اپنی مدد آپ، اچھا لگا، فیصلوں کو قید، دوستو | 105 |
| وارفتگی، بدچلن | 106 |

## چالیس سال کی مسافت

میں ایک لمبی مسافت طے کر چکا ہوں
میری الجھنوں کا حل کہیں نہیں مل سکا۔
ایک تاریکی ہے، جو ذہن پر چھائی ہے
یہ روشن شہر مجھے بہت تاریک نظر آتا ہے
زندگی یہاں فرسودہ، تنگ اور زنگ آلود ہے،
سارے ذہنوں پر ایک جمود طاری ہے وقت جیسے تعطل میں
وحشت سر پہ لیے، دیوانہ وار پھرتا ہے
مجھ پر جس ہیجان نے قبضہ کر رکھا ہے اسے توڑنے کے لیے دور اوپر کہیں
تنہائی نے، تہہ در تہہ کائی اور اندھیرے غار میں پناہ لے لی ہے

میں سوچتا ہوں یہ کیسے لوگ ہیں جو ہمہ وقت تلواریں سونتے پھرتے ہیں۔
پانسے پھینکتے ہیں۔ دیشیاؤں کو سر عام بغل میں لیتے ہیں۔
عبادت کے نام پر ان کی عورتیں ننگے طواف کرتی ہیں،
جو ہل نہیں سکتے ان سے آرزوؤں کی تکمیل چاہتے ہیں، یہ کیسے لوگ ہیں۔

مجھے سناٹے نے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے۔
دور تک روشنی کی کوئی کرن نہیں، کوئی آواز سنائی نہیں دیتی
ذہن کی گتھیاں ہیں کہ الجھتی چلی جاتی ہیں، روح ہے کہ بے چین ہوتی جاتی ہے
یہ پُراسرار آوازیں کیسی ہیں، ناقابل فہم بھنبھناہٹیں ہیں۔
صدیوں کی سرگوشیاں ٹکراتی ہیں تو کچھ مانوس سے نام
کچھ مانوس سے لفظ سماعت میں داخل چلے آتے ہیں

گھنے جسم میں ملاقات... 2

مگر حقیقت کہاں ہے، یہ پراسرار سرگوشیاں کیا ہیں
یہ حقیقت کی ڈور کی طرح الجھی ہیں،
یہ غار تو الجھنوں کو اور بھی بڑھاوا دینے لگا ہے
میری مدد کو' آ تو جو ہے' میری مدد کو آ۔
یہ کیسی شام ہے، جس کی خاموشی کو ایک پھڑ پھڑاہٹ نے پاش پاش کر دیا ہے
ٹھنڈی روشنی کا ایک چاند طلوع ہو کر غار میں پھیل گیا ہے
باتیں پہلی ہی آواز سے تہیں کھول کر باہر نکل آئی ہیں
گتھیاں سلجھ گئی ہیں، شیرینی فضا میں گھل گئی ہے
پڑھو، اپنے رب کے نام سے، جس نے پیدا کیا
پردہ شب چاک ہوا، روئے سحر جلوہ آرا ہوئی۔

## نثری نظم کی وکالت میں

بے شک،
ہم نے دی، آپ کو کوثر
پس نماز پڑھیے
اپنے رب کی
اور قربانی کیجیے
بلاشبہ آپ کا دشمن ہی
لاولد ہے

قرآن (سورۃ کوثر۔ پارہ عم آیت ۱۔۲۔۳۔)

## گھنے جسم میں ملاقات... 3

میرے غصے کے مارے، آگ بھڑک اٹھی ہے
جو پاتال کی تہہ تک جلتی رہے گی
اور زمین کو اس کی پیداوار سمیت بھسم کر دے گی
اور پہاڑوں کی بنیادوں میں آگ لگا دے گی
میں ان پر آفتوں کا ڈھیر لگاؤں گا
اور اپنے تیروں کو ان پر ختم کروں گا
وہ بھوک کے مارے گھل جائیں گے اور شدید حرارت
اور سخت ہلاکت کا لقمہ ہو جائیں گے
اور میں ان پر درندوں کے دانت
اور زمین پر سرکنے والے کیڑوں کا زہر چھوڑ دوں گا
باہر وہ تلوار سے مریں گے
اور کوٹھڑیوں کے اندر خوف سے
جوان مرد اور کنواریاں
دودھ پیتے بچے اور پکے بال والے، سب کے سب
یونہی ہلاک ہوں گے

تورات (استثنا ۳۲۔۲۹)

بدلیوں نے پانی برسایا
افلاک سے آواز آئی
تیرے تیر بھی چاروں طرف چلے
بگولے میں تیرے، رعد کی آواز تھی
برق نے جہان کو روشن کر دیا
زمین لرزی اور کانپی

تیری راہ، سمندر میں ہے
تیرے راستے بڑے سمندروں میں ہیں
اور تیرے نقش قدم، نا معلوم ہیں
تو نے موسیٰؑ اور ہارونؑ کے وسیلہ سے
گلہ کی طرح اپنے لوگوں کی راہنمائی کی

زبور (تیسری کتاب ۷۷-۱۸-۱۷)

تم کانوں سے سنو گے پر ہرگز نہ سمجھو گے
اور آنکھوں سے دیکھو گے پر ہرگز نہ معلوم کرو گے
کیونکہ اس امت کے دل پر چربی چھا گئی ہے
اور وہ کانوں سے اونچا سنتے ہیں
اور انہوں نے اپنی آنکھیں بند کر لی ہیں
تا ایسا نہ ہو کہ آنکھوں سے معلوم کریں
اور کانوں سے سنیں
اور دل سے سمجھیں
اور رجوع لائیں
اور میں ان کو شفا بخشوں

انجیل (متی کی انجیل ۱۳-۱۹)

سم بدھی کے گیانی لوگ
کرم پھل سے کنارا پا کر
دنیاوی دھندوں سے آزاد ہو جاتے ہیں
اس جہان کو سدھار جاتے ہیں
جو ہمیشہ رہنے والا ہے

جہاں دکھ نشان کو نہیں
جب تمہاری فکر
دنیاوی کیچڑ کے پار اترے گی
تو تم ان باتوں سے نجات پاؤ گے
جو ہم نے آج تک سنی سنائی ہیں
یا آئندہ سننے والے ہو
طرح طرح کی باتوں سے منتشر ہوتی
تمہاری عقل
جب پوری طرح خالق کے دھیان میں
ستھت ہو جائے گی
تو تم کو یہ گیان حاصل ہوگا

گیتا (بھگوت گیتا)

## معجزہ

برگزیدہ بندوں کی دنیا
ایک براق روشنی میں نہائی
آباد ہے،
یہاں سناٹا ہے اور
بولنے کی گونج سے محروم
ساکت، ایک عقدے کی طرح
گھم سم کھڑی، کسی معجزے کا
انتظار کرتی ہے

## مطلب

وہ محسوسات جنہیں،
چھوئے بغیر جانا جاتا تھا،
وقت کی چادر میں لپٹ کر
پردہ کر گئے ہیں،
وقت کیسے کیسے بھیس بدلتا ہے
جس سے پیار کی باتیں زندہ تھیں
جس کے بغیر زندگی کا تصور محال تھا،
وقت نے ہمیں پچھلے تیس سال سے
دو ملکوں میں بانٹ رکھا ہے
اب اس کی سگی والی، بیوہ ہو گئی ہے،
اس کی جانب سے مجھے،
رنگین پیغام آنے لگے ہیں،
میری سمجھ میں نہیں آتا،
اس کا مطلب کیا ہے؟

## مکاشفہ

اعلیٰ اور روحانیت سے مملو طبائع
کبھی کبھی خارجی ہدایات کے بغیر بھی
اپنے ہم جنسوں کے ساتھ،
راہ ورسم سے تعلق
قاعدے وضع کر سکتے ہیں
امتناعی احکام، کیفیتی اور کمیتی
قسموں میں بیان کیے جا سکتے ہیں
مگر عالم اسفل میں کچھ روحیں
کاہلانہ لیکن بے آرام زندگی بسر کرتی ہیں
آج کے حالات نے جو عام کیفیت دماغی
پیدا کر رکھی ہے اس کی سان پر چڑھ کر
مسیح کا مکاشفہ بہت جلد واقع ہونے والا ہے

## گھنے جسم میں ایک ملاقات

لوگوں نے کہا،
وہ ایک گیا ہے، دیکھتا نہیں ہے،
وہ ایک ہو گیا ہے، سونگھتا نہیں ہے،
وہ بولتا نہیں ہے، سنتا نہیں ہے، سوچتا نہیں ہے،
وہ تو، جہاں اس کا من بندھا ہوتا ہے،
اسی وابستگی سے وہاں جاتا ہے،
جس طرح سانپ مردہ کینچلی کو چھوڑ کر سو جاتا ہے
تمہارا مردار جسم بھی سو جاتا ہے،
تیرے کپڑے تو سفید، نیلے، پیلے، ہرے اور لال رنگ کے ہیں،
تو گھنے جسم میں داخل کیسے ہو سکتا ہے،
سال اپنے دنوں کے ذریعے نیچے ہی نیچے
چکر کھاتا رہتا ہے، بہت الفاظ نہ پڑھ
یہ تھکا دینے والا کام ہے۔ بس
اپنی آنکھ کھلی رکھ کہ یہ علم تو خود بخود آنے والا ہے،
تو مجھے پیاری ہے، پیاری باتیں کرتی ہے،
آ میرے پاس بیٹھ، میں ان باتوں کی
توضیح کرتا ہوں،

## گرم لہو

میں عیسیٰؑ کی کہانی سے گزرنا چاہتا ہوں مگر
میرا بدن، زخم سہنے کو تیار نہیں،
مجھے مصلوب ہونے سے بہت ڈر لگتا ہے
حسینؓ ابن علیؓ کی سچائی لکھنے کی
مجھ میں تاب نہیں کہ ان کی پیاس کی یاد
میرے حلق میں کانٹے ڈال کر، میرے ہاتھ
مفلوج کر دیتی ہے
مجھے منصورؒ کی طرح، انا لحق، کہنے کی
بڑی آرزو ہے مگر جیتے جی
اپنا راز کھولنے کی قیمت ادا کرنے کو
مردانہ دلیری کی ضرورت ہے
سرمدؒ کی تعلیم میرا لہو، بہت گرماتی ہے
لیکن تم نے دیکھا یہ مغل اپنے بھائیوں کو
کس طرح قتل کرتے تھے
میں کیا کروں، سردی سے میرا بدن ٹھٹھرتا ہے
گرمیوں کی لو مجھے، بہت تنگ کرتی ہے، پھر بھی
سارا دن میں کتابوں میں ایسے قصے پڑھتا ہوں
اپنا ایمان بڑھاتا ہوں کہ ان سے میری
بخشش کا سامان ہونے والا ہے
علم حاصل کرنا، ثواب کا سبب ہے

اس سے روح اور ایمان تازہ ہو جاتے ہیں،
ہر مہینے غیر ملک سے آنے والی ڈاک مجھے،
کتابیں خریدنے پر اکساتی ہے،
پکا مسلمان بناتی ہے

## بے انا

درختوں کے خوشی، غم اور غصے کے
اظہار کے الگ طریقے ہیں،
خوف میں مبتلا پودوں کے
گراف گرتے جاتے ہیں،

دوسروں کے حوالے سے
یقین کس طرح پختہ کیا جاسکتا ہے
وہ تو ہر لحہ بدل رہے ہیں،
محبت میں گرفتار شخص،
کسی بھی لمحے، اس سے آزاد ہوسکتا ہے

کوئی شخص اپنا بدن ساتھ لے کر
فرار حاصل نہیں کرسکتا۔،
عاجزی کی کوئی انا نہیں ہوتی
شخصیت کو ترک کرنا تصنع ہے
بھید میں بھید تلاش کرنے والے
سمندر کنارے، سیپیاں اکٹھی کرتے ہیں،
بے خوف ہونے کے لیے، بے انا ہونا ضروری ہے

## اونچی آواز میں پڑھی گئی کتاب

کون تمہاری ''گم'' کہانی لکھے گا، جب کہ
ساری دنیا ہی تم ہو،
یہاں جو بھی اچھا ہے، یا پھر ہم ہیں،
محض تمہاری بازگشت ہیں،
جو کچھ ہم سوچتے ہیں،
تم نے ہمارے دلوں پر پھیلا رکھا ہے
اس پر تعریف تو ہماری ہوتی ہے۔ لیکن
یہ تو وہ کتاب ہے، جو
اونچی آواز میں پڑھی جاتی ہے
جس کو پہلے لکھ لیا گیا تھا،

## پیاس

میں نے اپنی کچھ نظمیں
کچرے کے ڈھیروں کو بیچ دی تھیں
مجھے ان کی اچھی قیمت مل گئی تھی،
میں جوتوں پر سر رکھ کر سونے لگا تھا
پہلا کش لگا کر تمہارے ساتھ ہونے لگا تھا
کتے بھونک کر میری نیند اڑا لیتے تھے
کنکھجوروں نے میرے خلاف اتحاد کر لیا تھا
مجھے سکون کی خاطر ایک مالدار بیوہ کی تلاش تھی
جو مہمانوں کے کارڈ جاری کرتے ہوئے
میرے کتے کو دعوت نامہ بھیجنا بھول نہ جائے
جذب و مستی اور کسے کہتے ہیں
میں تمہیں قطرہ قطرہ پیتا تھا
تمہاری ٹانگوں کے بال زیادہ خوش ذائقہ تھے
تمہاری، آواز چٹختی لکڑیوں کی موسیقی تھی
آسمان میرے باپ کی جاگیر تھا
میں نے جہاں چاہا، مکڑیوں کے جالوں پر
تمہاری محبت کے خود ساختہ گملے سجا دیئے
ان وفادار پودوں کو کوئی ضروری کام نہیں تھا۔
وہ اپنی جگہ چھوڑ کر کہیں نہیں جا سکتے تھے
جب بھی تم میری ہتھیلیوں پر دستخط کرتیں
میری خون پینے کی پیاس بڑھ جاتی،
کاش میں نے کچھ دن، ویمپائر کے ساتھ گزارے ہوتے

## مشکوک

شاہی ملبوس میں لپٹا خدا،
ایک شخص کو پیٹتا تھا،
اس نے اسے
دھاگے دار گھونسوں سے باندھ رکھا تھا
وہ زمین پر یہاں سے وہاں تک لڑھکتا
لوگ بھاگتے چلے آ رہے تھے
آدمی مشقت بھری چیخوں میں ڈوبا
پاگل پن کی حالت میں، دھاڑتا تھا
لوگوں نے چلا کر کہا،
کس قدر بد بخت اور برا شخص ہے
اور کتنا مشکوک خدا!

## تماشا

وہ ایک جلد ناراض ہو جانے والا مالک ہے
ذرا سی کوتاہی پر گھر سے باہر نکال دیتا ہے
اس کی انا، اسے واپس لینے سے گریزاں رہتی ہے
مگر
اس کی نرم خوئی اسے مجبور کرتی ہے کہ وہ اس کے لیے
ایک بڑا جنگل بنا دے جہاں وہ ننگا رہ کر
اپنے بچوں کی پرورش کرنا سیکھ جائے
پھر پتہ نہیں اسے کیا سوجھتی ہے کہ وہ اس جنگلی زندگی کو
ایک امتحان گاہ میں بدل دیتا ہے
کچھ کو معصوم یا کمزور لوگوں پر مسلط کر دیتا ہے
اوپر بیٹھ کر مزے لیتا ہے کیونکہ
اسے معلوم ہے کہ اس دیس نکالے کی دراصل حقیقت
کچھ نہیں،
وہ جب چاہے گا، اسے واپس بلا کر، اپنے گھر میں
آباد کر دے گا،
مگر ہم کیا کریں،
اس کے کھیل تماشے تو ہمیں لے ڈوبے ہیں،
وہ زندہ لوگوں پر جابروں کو تسلط دیتا ہے اور
کمزوروں کی قبروں میں چیونٹیاں چھوڑ دیتا ہے
ان کی ہڈیوں کو سرمہ بنا کر ان کی دیکھیں،

کھودنے والوں کے سپرد کر دیتا ہے۔
حاکموں کے گھوڑوں کے سم،
ان کی آرام گاہوں کو روندتے ہیں
اپنے بت بنواتے ہیں، جگہ جگہ نصب کراتے ہیں
تہذیب کے نام پر سارے پرانے
نشان مٹاتے ہیں۔
کھیل تو ہمیشہ سے دو ہی کھیلتے ہیں،
مگر یہ اکیلا تماشا لگائے کھڑا ہے
پتہ نہیں کیا کرتا ہے

## تلاش

ہم ہنستے بہت کم ہیں،
بلکہ کبھی کبھار ہنستے ہیں
ایک ماں نے سن رکھا تھا کہ
دانے دانے پر کھانے والے کا نام لکھا ہوتا ہے
ایک بچہ پیدا ہونے سے پہلے
ماں کے پیٹ میں ہنس پڑا تھا
اس کی بھانبڑ جیسی ہنسی سب نے سنی تھی
دیکھتے ہی دیکھتے پڑوس کے سب بچے ہنس پڑے تھے
ایک بچے نے اپنی ماں سے پوچھا
یہ مرغ مسلم کیا ہوتا ہے
جواب ملا تو اس وقت
مرغ مسلم ہی کھا رہا ہے

پھر وہ زندگی بھر روٹی کو پانی میں بھگو کر
کھانے کو مرغ مسلم ہی سمجھتا رہا
جس گھر سے رونے کی آوازیں اٹھ رہی تھیں
اس گھر کے مالک کا نام بیدار بخت تھا
لوگوں نے اسے بتایا تھا کہ وہ
طاقت کا سرچشمہ ہے
اسی لئے شائد وہ پانی کی تلاش میں
مارا مارا پھرتا تھا
پھر پتہ چلا جس گھر سے دھاڑیں مار مار کر
رونے کی آوازیں اٹھ رہی تھیں،
وہی بیدار بخت، طاقت کے سرچشمے والے کا گھر تھا
ہم اس کے خستہ گھر میں داخل ہوئے تو وہ
سر میں دھول ڈالے زمین پر بیٹھا
زاروقطار رو رہا تھا
پوچھا روتا کیوں ہے
کہنے لگا میں ہار گیا ہوں
میرے وارنٹ گرفتاری نکل چکے ہیں کیونکہ
مجھے ایک بھی ووٹ نہیں ملا
لوگوں نے پوچھا کیا تو نے خود کو بھی
ووٹ نہیں دیا تھا،
کہنے لگا دیا تھا مگر وہ غلط پڑ گیا۔
ایک بزرگ نے پوچھا کیا تمہارے خاندان میں
کسی نے کبھی الیکشن لڑا تھا
کہنے لگا نہیں، ابا صرف کشتی لڑا کرتے تھے

آخری عمر کو پہنچتے ہی وہ دونوں ٹانگوں سے
معذور ہو چکے تھے
اب ہماری نسل ہی معذور پیدا ہوتی ہے
اس لیے میں ہار گیا کہ میں خود بھی
کھڑا نہیں ہو سکتا، رو سکتا ہوں کیونکہ
میرے پاس نہ سر ہے نہ آنکھوں پر چشمہ
مجھے ٹھیک سے دکھائی نہیں دیتا
پانی کا چشمہ تو بہت پہلے سوکھ چکا

(امر جلیل کے نام)

## ننگے

ہمارے ذہنوں میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ ہم
پرندے ہیں، شان بے نیازی سے،
اپنا رزق تلاش کر سکتے ہیں،
کسی بھی اونچی عمارت سے چھلانگ لگا سکتے ہیں،
ہم سڑکوں پر کھڑے ہو کر مٹھیاں بھینچ کر
اکڑی ہوئی گردنوں کے ساتھ، کف اگلتی
بالشت بھر کی زبان سے آگ اگل سکتے ہیں،
ہم میں سورج کو طلوع کرنے، غروب کرنے کی شکتی آ گئی تھی،
ہم بھوک کی لوح کو، گلوں میں ڈالنے پر قادر تھے،
زرد ہوا کے بھونکنے اور موسموں کے تبدیل ہونے کے
اوقات پر گرفت پالی تھی،
ہم نے ایک قابل فخر تاریخ لکھ ڈالی، مگر

پلٹتے راستے دھول میں اٹے تھے۔
ناتواں چیونٹیوں نے، ان میں گھر بنا لیے تھے
چڑیاں، نئے شوکتے سانپوں کو دیکھ کر اڑ گئیں
وقت کے اماموں نے کندھا دینے سے انکار کر دیا تھا،
زبور کے نغمے، دکھوں کا مداوا کرنے میں ناکام ہوئے،
ریت میں دفنائے گئے شخصوں کو، بالآخر
ہوا کسی وقت بھی ننگا کر کے ڈال سکتی ہے۔

## نہتا آدمی

مجھے موت سے بہت ڈر لگتا ہے
بچپن میں مجھے موت سے ڈر نہیں لگتا تھا،
کیونکہ میری ماں میرے پاس تھی
کھونٹی پر اس کا دوشالہ ٹنگا رہتا تھا
میرے بازو پر
چاندی میں مڑھا،
امام ضامن بندھا تھا
اس کھونٹی اور میرے بازو پر
اب ایک رائفل ٹنگی رہتی ہے
پھر بھی میں ایک نہتا آدمی ہوں

## حنوط

جتنا میں پگھل گیا ہوں
اتنا تو کسی برتن میں اکٹھا کر لو
سر تک آگ پہنچنے سے پہلے
میرے دماغ کو خالی کر لو
میں چاہتا ہوں، میرے مؤرخ کو
کوئی تکلیف پیش نہ آئے
اگر ہم نے، ارسطو، افلاطون، فرائڈ
فیثا غورث کے دماغ
حنوط کیے ہوتے تو آج
یہ دن دیکھنا، نصیب نہ ہوتا

## پھسلتا خوف

یہاں وہ جگہ تھی جہاں کبھی کوئی نہیں آئے گا
سائبان، بارشوں میں
پناہ گاہوں کا بدل ہوتے ہیں
ہم نے کبھی یہاں کوئی بھوت نہیں دیکھا
حیرت ہے کہ دوسرے لوگ گونگے کیوں تھے
ہمارے پاس تو رنج کے سوا کچھ بھی نہیں تھا
کھنڈر بھی ہمیں تو ہموار نظر آتے تھے،
جہاں پھسلتا خوف تری باقیات پر سے گزرتا تھا
اور ایک شکستہ گھر تھا
جس کی کرسیوں کے ڈھانچے تھے

ان فرشوں پر قدموں کے نشان نہیں تھے
نہ ہی ادھر ادھر سے کوئی آواز سنائی دیتی تھی
لیکن اس آواز سے بڑھ کر کچھ اور تھا جیسے
ہوا پر کلہاڑے کی آواز گونجتی ہے
ہمارے اور چمنی کے درمیان
کبھی ایک باسی نے
اسے وہاں موجود پایا تھا

## کتے

کتوں کی تعداد، دھیرے دھیرے بڑھتی جارہی ہے
ابھی یہ تعداد اور بڑھے گی کیونکہ
کھانے کو ہی نہیں ملتا
سبھی دھیرے دھیرے یہیں اکٹھے ہورہے ہیں
ان میں سے بہت کتے ہیں جو اعلیٰ نسل کی
کراس بریڈ ہیں، بعض پالتو السیشن ہیں
کیڑا لگنے اور بدن سڑنے سے
انہی میں شامل ہوگئے ہیں

اس نے پیار سے کتوں کی طرف دیکھا
وہ سب بھی اسے پیار سے دیکھنے لگے
کتوں کے بیچ سے گزرتے ہوئے، وہ انہیں،
چمکار رہا تھا،
کتوں نے بغیر بھونکے اس کے لیے راستہ
چھوڑ دیا،
پالتو السیشن کے پاس کھڑے ہوکر، اس نے
مسکراتے ہوئے، ہینڈ شیک کے لیے ہاتھ بڑھایا
کتا خوش ہوکر، ہاتھ اٹھائے، اس کی طرف بڑھا
اچانک اس نے اپنا ہاتھ، پیچھے کھینچ لیا،
بھک منگا____ کتا___ کہیں کا____!

## تمہاری بڑی قدر ہے

تم سیکھ جاؤ گے کہ ہاتھ پکڑنے اور
روح میں سمانے میں کیا فرق ہے
محبت، قربت کا دوسرا نام نہیں
نہ ہی یہ تحفظ کی علامت ہے
تم جان لوگے کہ بوسے، عہد نہیں ہوتے
نہ ہی تحفے وعدے ہو سکتے ہیں،
تم سمجھ لوگے کہ شکستیں بھی آنکھیں
کھلی رکھتی ہیں، جن کو سہنے کے لیے
تدبر اور تمکنت کی ضرورت ہوتی ہے
یہ بچوں کے غم کی طرح نہیں ہوتیں
جان لو کہ تمہیں اپنی سڑکیں آج تعمیر کرنی ہیں
کل تمہارے عزائم کی تکمیل میں
تشکیک کی بکل اوڑھے بیٹھا ہے
تم جانتے ہو کہ سورج کی کرنیں بھی
تمہارے جسم کو جلا دیتی ہیں، گر زیادہ ہوں
اس لیے، تم اپنے باغات خود لگاؤ
اپنی روح کو جگاؤ کوئی تمہارے لیے
پھول لانے والا نہیں
تم میں یہ یقین تو پہلے سے موجود ہے کہ تم
سب کچھ کر سکتے ہو سہہ سکتے ہو
تم بہت مضبوط ہو اور تمہاری بڑی قدر ہے

## آزادی

اس کا جسم چور چور ہو رہا تھا
شائد اب وہ شدید بیمار ہونے والا تھا،
ممکن ہے اسے ہسپتال میں بھرتی ہونا پڑے

ہانپتے ہوئے، اس نے دیکھا، یوں لگا
جیسے شیشہ گندا ہو گیا ہے یا پھر
دکھانے کی صلاحیت کھو بیٹھا ہے

اس کے اندر بادلوں کی گھڑ گھڑاہٹ گونج رہی ہے
بارش آگئی ہے، بہت دیر سے وہی
کالی ریل، اونچا پل پار کر رہی ہے

شیشے کے دروازے کا راستہ روک کر
کھڑا آدمی، بہت لمبا نظر آرہا ہے
اس کے ہاتھ میں ریتی نما، لوہے کا اوزار ہے

اس کے منہ سے کڑوے سیال کی
سیاہ دھار بہہ رہی ہے، یہ قے
اس کے اندر بہت دنوں سے اکٹھی ہو رہی تھی

لوگ چاروں طرف سے دوڑ دوڑ کر
اکٹھا ہونے لگے ہیں۔ ہلکا پھلکا
ایک شخص دندناتا ہوا بھیڑ سے باہر نکل گیا ہے

## کھیپ

کیا تمہیں دکھائی نہیں دیتا کہ ہوائیں
شریروں کی ناگہانی موت پر
آنسو بہایا نہیں کرتیں
ماؤں نے اپنے بچوں کی ہلاکت پر
بین کرنا چھوڑ دیا ہے
ہماری آنکھیں بند ہیں یا پھر
ان میں چربی بھر دی گئی ہے
راہزن، عیار اور نوسرباز ہم میں
ضم ہو گئے ہیں
ہمسائے، ہمسائے سے نفرت کرتے ہیں،
عوام نے
راجہ سے محبت کا رشتہ باندھ لیا ہے
درخت جو ہم نے لگائے ہیں
ہر شام خوب پھل دیتے ہیں
بارشیں وقت پر ہوتی ہیں
وادیاں اور فصلیں سبزے سے لدی ہیں
زمین زرخیز ہے ___ اس کی پیداوار کم نہیں ہوتی
مملکت ہماری پرانے سبز دنوں کی طرح
شاداں ہے کہ سر کٹانے کو
کھیپ تیار ہیں۔

## یادگار

کئی سال پہلے، الحمرا تھیٹر کے سٹیج پر
دنیا کا بہترین ستار نواز،
اپنے فن کے مظاہرے میں مگن تھا
لوگ مبہوت ہو کر، اس کی دھن میں کھوئے تھے
اچانک فنکار نے، ستار بجانا روک کر
اپنی دائیں جانب رکھ دی
ہر شخص خوفزدہ ہو کر، اس پر نظریں جمائے بیٹھا تھا
اس پر کھانسی کا دورہ پڑا
کافی دیر کھانس کر، جب اسکی سانس بحال ہوئی
اس نے سر اور انگلی کو، ادھر سے ادھر ہلا کر
معذرت کا اظہار کیا، ایسا نہ ہونا جیسے اچھا تھا
اس نے کرتے کی جیب سے ایک رومال نکالا
منہ ڈھانپ کر، اور کچھ دیر کھانستا رہا۔
پھر رومال کو الٹی جانب رکھتے ہوئے اس نے
سیدھے ہاتھ سے ستار اٹھالی تھی،
میں سوچتا ہوں، اس کی دھن یادگار تھی
یا وہ کھانسی، جس سے میں ڈر گیا تھا۔

## مخلوق

سیاستدان اور رینگنے والے کیڑے
اللہ کی وہ مخلوق ہیں جو
اس طرح زندگی بسر کرتے ہیں کہ
ان کی چال سے معلوم نہیں پڑتا
وہ آرہے ہیں یا جارہے ہیں،

## سچائی میں قائم

تم سمجھتے ہو کہ تم نے سچے عہد کر کے،
اعلیٰ درجے پا لیے ہیں،
تم سمجھتے ہو کہ عمدہ اور اعلیٰ گنوں کی بدولت
آدمی صاحب رتبہ ہو جاتا ہے تعظیم پاتا ہے،
تم نے تعلیم کے بل پر اعتقاد اور اعتبار جما لیا ہے
تم سمجھتے ہو کہ انسان بھروسے، ہمت اور تدبیر سے
نیک چلن ہو جاتے ہیں،
اعتبار سچائی کی جڑ ہے، جھوٹ کو اسی سچائی میں
قائم رہنا چاہیے۔

## تمثیل

آؤ خوابوں کی شاہراہ پر، چہل قدمی کریں،
جہاں بھوتوں کی سواریاں ہیں،
ہوا اپنے ساتھ، ماضی کی بازگشت لیے پھرتی ہے
جس میں وعدوں کی سرگوشیاں ہیں۔
آنے والے دنوں کے، گزرے وعدے ہیں،
یہاں سرخ وردیوں میں ملبوس
جولیس سیزر کے چست سپاہی ہیں،
اپنے وقت کی قلوپطرائیں ہیں،
کھلی گلیاں ہیں، جہاں قدم قدم پر
نئے نئے اوپیرا ہیں،
حسینائیں سروں پہ ٹوپیاں پہنے
شرفا کا ہاتھ تھامے، یہاں
بگھیوں سے اترتی ہیں۔
گلیوں میں کھڑے، نیلے پیلے جوکر
الٹی سیدھی چھلانگیں لگا کر
داد طلب کرتے ہیں، ریزگاری پاتے ہیں،
آؤ ہم بھی ان کے لباس پہن کر
تھوڑی دیر کو، ان میں شامل ہو جائیں
جیسا دیس، ویسا بھیس،
یہ خدا کی سلطنت ہے جو روزانہ
نئے سرے سے سجائی جاتی ہے

## آدمی مر کر کہاں جاتا ہے

کیا تو جانتا ہے کہ آدمی مر کر،
یہاں سے کہاں جاتا ہے؟
کیا تو جانتا ہے کہ آدمی کے راستے
کس طرح پھٹ جاتے ہیں
سورج تو آگ کا ایندھن ہے،
بادل اگنی، بخارات دُھواں، بجلی شعلہ
ہوا تو محض اس کا بڑھاوا ہے۔
زمین اگنی، سال اس کا ایندھن،
آکاش دھواں، رات شعلہ
اطراف انگارے، گوشے چنگاریاں ہیں

مرد اگنی ہے، بانی اس کا ایندھن،
زبان شعلہ، آنکھیں انگارے،
کان چنگاریاں
آگ تو ہر شے راکھ کر دیتی ہے،
کیا تو جانتا ہے کہ آدمی مر کر
یہاں سے کہاں جاتا ہے۔

## فروعی اختلاف

میں اختلاف کا قائل ہوں مگر
اس حد تک کہ
جہاں تک میری بندوق میرا ساتھ دیتی ہے
میں تنگ نظر اور تنگ خیال نہیں ہوں
میری کمزوری کو سطحیت کہنا،
مناسب نہیں،
میں علم کی نمائش نہیں کرتا
تجرباتی حقیقتیں،
میرے لیے کافی وزن رکھتی ہیں
وہ حسن اور صداقت کو
یقین کی وحدت پر جمع نہیں کر سکتیں
فکری سطح پر کسی نظریے کو
فلسفیانہ توضیح تشریح کے مقام پر پہنچا دینا
محض گونگی تصویروں کے انبار لگانا ہے،
میری قدر و قیمت کے لیے،
صرف ادبیت کے جوہر کی داد دو

## چوری کا آدمی

ایک دن میں ضرور چوری کروں گا،
تھوڑی سی مٹی چرا کر،
اپنی مرضی کا ایک آدمی بناؤں گا
اس کے لیے ایک چراغ اگاؤں گا
پانی ڈھیر کرنے کو، ایک گڑھا اور کچھ
شکنجے میں لٹکتی ہوا،
زندگی بسر کرنے کے لیے ایک ضابطہ اور
ایک بد بخت سرشت، پھر
اسے ایسی سرنگ میں داخل کروں گا
جس سے وہ کبھی نہ نکل سکے۔
سرنگ کے آخری کونے پر
ایک میزان لگا دوں گا،
میری طبیعت
جب اس سے اکتا جائے گی،
ایک زلزلے سے اس کو نابود کر دوں گا،
ممکن ہے، میں پھر ایک دن،
اپنی مرضی کا
ایک اور آدمی بناؤں، مگر اس کے لیے
تھوڑی سی مٹی پھر چرانی ہوگی

## زندہ

وقت مردہ لوگوں کے قصے لکھتا رہتا ہے
بوڑھی کتیا کو زندہ رکھنے کے لیے
بے شمار لوگ موت کے گھاٹ اتر کر
اپنی اپنی تہذیبوں میں دفن ہو گئے
وحشی زمین، کئی بار قے کر کے
ہڑپے، موہنجوداڑو، اگل چکی
مٹی، ہوا، پانی نے کئی رنگ بدلے
برآمد ہونے والی
روحوں کے جسموں پر زخموں کے نشان تھے،
بہت سی نازک لڑکیاں،
مُردوں میں بدلتی رہیں
گوتھک عمارتوں میں اگی گھاس
دوپہروں میں چیونٹیاں شکار کرتی تھی
چھپکلیوں کا انحصار، ہڈیوں پر تھا،
یہاں بارشوں سے پر گڑھے تھے، جنہیں
پار کرنا کسی کے بس میں نہیں تھا، پھر بھی
ازل کا تنہا، ہمیشہ زندہ رہا

## اندوہناک کتھا

روٹی لنگر کی ہو یا کسی آستانے کی،
پیٹ میں جانے کے بعد، حرام اور حلال کی
تفریق کھو دیتی ہے،
کوئی لیبارٹری اس کے جرثوموں کو
الگ سے ڈیفائن، نہیں کر سکتی
جنیاتی تبدیلیوں کا ذمہ دار،
انسان کو ٹھہرایا نہیں جا سکتا،
دم کیے پانی کے اجزا، تبدیل کیسے ہو سکتے ہیں،
بے معنویت کے معصوم ہنگامے،
ابدی حقیقت جاننے کے لیے، عصری شعور،
تاریخی شعور اور سیاسی شعور کو مدغم کرنا ہوگا
از خود قائم کردہ روایات، طویل ماضی سے گذر کر
شعور کو پراسرار راہداریوں میں دھکیل دیتی ہیں،
جہاں نئے استعارے اور علامتیں جگہ بناتی ہیں،
اجتماعی خودکشی میں مصروف معاشرہ
اندوہناک کتھا یا آنسو کی ایک شکل ہے۔

## لے

ہوا ہر شے کو لے کرتی ہے
آگ کے، بجھنے پر، سورج کے غروب میں بھی
چاند کے چھپنے میں، سوئے آدمی میں،
ہوا تو دھرم کا تخت ہے،
یہ سکھ ہے، مالک کی تشریح ہے۔
منتروں کا اپدیش ہے
پانی کی کیا بساط ہے کہ کسی کو ڈھانپ سکے
ہم سبھوں کے مل کر بے شمار سر اور بے شمار
آنکھیں ہیں، دیکھ سکو تو دیکھو
سمجھ سکو تو سمجھو،
یہ جو ذات محیط ہے، طاری ہے،
اس نے ہر شے کو لے کر رکھا ہے۔

## قید لوگ

آدم خور، حبشی بونوں کے ہاتھوں میں،
تیز، بلم، اور زہر میں بجھے، نیزے ہیں
وہ ہمارے گرد، والہانہ، رقص کرتے ہیں
بھاگنے کو راستہ بھی نہیں دیتے
ہمیں، مرنے سے پہلے، مار دینے کی
اذیت تقسیم کرتے ہیں

ہم ایک گدلے تالاب میں قید ہو گئے ہیں،
جہاں پر، کوڑا ہے، دھجیاں ہیں، کاغذ کی
چندریاں اور پھینکی ہوئی بیکار چیزیں ہیں
ہم اپنا رزق یہیں سے تلاش کرتے ہیں،

پانی میں پیدا ہونے والی لہریں، خوف بن کر
ہمارے بدنوں میں اتر جاتی ہیں،
ہم دہشت زدہ لوگوں کے جسموں سے
سانپ کی طرح لپٹ جاتی ہیں،
یہ زندگی، مکینوں سے آزاد ہے

بونوں میں پکی عمر کی عورتیں، ہمارے سامنے
بلا جھجک، بلاؤز کھول دیتی ہیں،
موت کے سایوں کے ساتھ ساتھ
ہمارے اندر گونجتا خلا، سناٹا
تھوڑی دیر کو، بھر جاتا ہے

## لٹک جانے دیتا ہوں

میں اپنے بستر میں پڑا،
کانپتا رہتا ہوں، پھر درد سے اپنی
باہر نکلتی آنکھوں کو اپنے
گھٹنوں سے بند کرتا ہوں،
ماتھے پر پسینہ لے کر، آئتیں پڑھتا ہوں،
میرے کانوں میں کئی آوازیں
(پتہ نہیں کس کی)۔
بھڑوں کی اڑان کی طرح سنائی دیتی ہیں،
سمجھ میں نہ آنے والی آوازوں کو
دوہرانے کی آرزو کرتا ہوں تو وہ
کھڑکی کے راستے،
باہر نکل کر اندھیرے میں
مرجاتی ہیں،
درد کے آخری سرے پر پہنچ کر
میں اپنے دونوں ہاتھوں کو
اپنے پیٹ کے اندھیرے میں
لٹک جانے دیتا ہوں۔

## غراہٹیں سنائی دیتی ہیں

تم سننے والوں اور سؤروں کے درمیان
اپنا فیصلہ سنا چکو تو ہم، اس سؤر کے تخم کو
جو ناک پر رومال رکھے، امرائی ہے
دبکا بیٹھا ہے،
کھینچ باہر لائیں گے،
یہ ہماری بستیوں میں بلڈوزر، ارتھ موور،
پتھر، تارکول، سیمنٹ لے کر
آیا تھا، اس نے ہماری
ہری بھری بستیوں کی گھاس کھینچ کر
ایک نقلی آبشار بنادی، ہماری جھونپڑیاں
ڈھا کر، سیمنٹ کے بلاک جڑ دیئے،
ہماری سنگھاڑے کی بیلوں اور
جل کھمبیوں کے کنارے
بیٹھ کر، سگریٹ کی ڈبیوں پر بٹ مارے
گندے رومال، شاپر اور استعمال شدہ ٹشو
پھیلاتا رہا
ہمارے خرگوش، گلہریاں اور رنگین گرگٹ
سوں سوں کرتے، پہاڑیوں کے پیچھے چلے گئے
بس اب یہاں فلش ٹینکوں کی غراہٹیں
سنائی دیتی ہیں،

## پیچیدہ

لکڑی کے چند تختوں، لوہے کی عمودی سلاخوں پر
پتوں سے بھری دیوار ______ کیا کر سکتے ہیں
چیزوں کو پھاڑنے کی مسرت وسفا کی
ایک تپتی خوشی، اور ہرن کے پائے کی مہک
لاؤں تو سہی، مگر کوئی چیز اس کے اندر
گھٹ گئی ہے۔
میں نے خدا سے ہم کلام ہو کر کہا،
مجھے نہیں چاہیئے یہ اسیری، میرا مقام
ایک قید ہے؟ میں جانے سے پہلے
اس کائنات کے اسلوب کا، ایک
نوحہ ضرور لکھوں گا، اس پر داغ لگاؤں گا
خدا نے کہا، تم جیسے جانور کے لیے
اس جہان کی ساخت بے حد پیچیدہ ہے،
تم بیدار ہو گے تو تمہیں احساس ہو گا کہ تم نے،
کوئی لاانتہا شے پا کر گنوادی ہے

## شرف

تم نے کبھی، کتیا کے تھنوں کو دیکھا ہے
اس میں سے بھی دودھ کی دھاریں نکلتی ہیں
نئی زندگیوں کی پرورش کرتی ہیں
کتیاؤں کو نجس سمجھنے والیوں نے
اپنا موازنہ ان سے نہیں کیا،
وہ کوئی ایسا کام نہیں کرتیں جس سے
ان کے شرف میں کوئی کمی آئے
ان پر سب سے بڑا الزام حرامکاری ہے
جس پر ہر شخص مائل ہے۔ تلاش میں ہے
وہ اپنی زندگی میں بارہا ایسی یا
اس سے ملتی جلتی حرامکاریاں کرتا ہے
اپنے شرف کے لیے لیکن
کتا کہلانا پسند نہیں کرتا

## ناموافق

تم اس قرعہ اندازی کا تصور کرو، جس میں،
میں تمہارے نام کی سزا نکالنے والا ہوں
ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ
اس خوشی کے حصول کے لیے
نو ممکنہ جلادوں کا انتخاب کریں۔
پھر قرعہ اندازی سے
پانچ خوش قسمت انسانوں کے
نام نکالیں جو تمہیں انجام تک پہنچائیں،
چاروں تم پر گرفت پائیں گے
اور پانچویں کے حق میں
خوش قسمتی کا فیصلہ ہو جائے گا۔
ایک شخص ایسا بھی ہے
جو اس ناموافق حکم کو
بدلنے کی طاقت رکھتا ہے اور وہ
وہ سزائے موت کے حکم میں
زیادہ شدت
پیدا کر سکتا ہے۔

## سوا نیزے پر

کرنیں کبھی سوا نیزے پر نہیں ہوتیں
دیکھو وہ کرنوں کو نیزوں پر اٹھالایا ہے
میز پر گلدان سے جو منظر نامہ لکھ دیا جاتا ہے
ہاسپٹل کے پھول ان کا مقابلہ نہیں کرتے
تمہارے پرس میں رکھی ڈائری پر
میرے آٹوگراف
تمہاری کتاب کے سوکھے پھول ہیں
تم نیزوں پر چمکتی کرنوں سے میری تحریر کے
پھولوں کو نئی اور پرانی قبروں پر سکھانا
چاہتے ہو؟

## زیادہ محبت

ہر طرف لوگ سو گئے ہیں اور ادھر
جنگل میں سورج اگ آیا ہے،
کچھ آوازوں نے میرا نام لے کر
میرے کانوں میں پکارنا شروع کر دیا ہے
میں ہوا کے دوش پر سوار، ان
آوازوں کے ساتھ جنگل کو اڑ جانا چاہتا ہوں
مجھے پتہ ہے اگلی صبح، میرا بدن
فقیر کے کسی کاسے کی طرح شہر کے
کسی غیر آباد حصے میں پڑا ہوگا۔
میں نے بہت دیر لوگوں کے ساتھ
ان کی بستیوں میں جی کے دیکھ لیا
ہر نیا دن پہلے سے بڑھ کر میرے
خون کا پیاسا رہا ہے،
میں نے جنگل کے باسیوں سے
دوستی کر کے
سیکھ لیا ہے کہ درخت بڑے
انسان دوست ہوتے ہیں
جنگل کے مکین یوں بھی انسانوں سے
زیادہ محبت کرتے ہیں خون چوستے وقت
زیادہ اذیت نہیں دیتے،

## دفن

موکلی کے قبرستان کو دیکھ کر وہ
حیران رہ گئی تھی، مبہوت تھی،
اس نے کہا، جب میں مر جاؤں تو
مجھے اسی قبرستان میں دفن کرنا،
یہ میرا وطن ہے،
میں نے ہنس کر کہا، اگر اسے ایسا ہی
شوق تھا تو اسے یہاں
دو تین ہزار سال پہلے آنا چاہیے تھا،
میری ہزار کوششوں کے باوجود
وہ وہیں رہ گئی تھی، اس بابے کے ساتھ
جو قبرستان میں آنے والوں کو
تاریخ بیان کرتا تھا،
میری سمجھ میں نہیں آتا،
وہ اتنے سال زندہ کیسے رہی،

## مجہول محبت

میں نے اپنے لیے مجہول محبت کا
انتخاب کرلیا تھا
معقول اختلاف کا کبھی آغاز ہی نہیں ہوا
اس کے لیے تو ابلے چاول اور کچھ پھل
جسم کو باقی رکھنے کے لیے کافی تھے
میں اسے سونے کے خوابوں میں،
طلسم کائنات کے
سبق پڑھاتی رہی مگر اس کی روح تو
کائنات میں شرکت کی متمنی ہی نہیں تھی
ایک روز وہ اس دلدلی ریگستان سے
باہر نکل آیا
سہ پہر کی روشنی کو اس نے فجر کی روشنی سمجھا تھا
میں نے اس سے عہد لیا کہ وہ میرے دکھائے
بے شمار واہموں کو فراموش کر دے گا،
جب وہ سو گیا تو میرے لیے اس کا بے چہرہ،
ہوا تشکیل کرنے سے بھی دشوار تھا،
میں ریت کی رسیاں باٹتی رہی، اپنا کام
پھر سے شروع کرنے کا انتظار کرتی رہی
یہاں تک کہ چاند کا طشت مکمل ہو گیا

## مہیب سناٹا

یہاں آگ کے سوا،
مہیب سناٹا ہے،
وہ سارے لوگ کہاں ہیں
جنہیں دوزخ کی سزا ہوئی
لگتا ہے، یہ شیاطین سے
نچلا درجہ ہے جہاں
قید تنہائی بھی دی جاتی ہے
یا پھر ابھی لوگ
یہاں پہنچنا شروع نہیں ہوئے،

## دیمک

میں کبھی شیشم کا درخت تھا،
جسے تم نے ایک دروازے میں تبدیل کر دیا،
اب اس کو غور سے دیکھ
دیمک نے اس کا کیا حال کر دیا ہے
میری خاک کے وہ ذرے
جن سے مجھے درخت بنایا گیا،
واپس اپنی طرف لوٹ رہے ہیں،
گندی نالی میں پڑے، خالق کی وراثت
گندے پانی میں بہہ جاتی ہے

## دیوی کے بال

میں تمہیں ایک بات بتانی بھول گئی ہوں
میرے بال بے جان نہیں ہیں
تم سمجھتے ہو، انہیں کاٹنے سے درد نہیں ہوتا
مگر مجھے نہیں انہیں ہوتا ہے
جب تم نے ارملا کے بالوں کی لٹ کاٹی تھی
اس وقت وہ مر چکی تھی اس لیے
اس کے بال بھی مر چکے تھے
مجھے تمہارے کچھ بال درکار ہیں
کاٹ نہ سکو تو کنگھی سے لیے جا سکتے ہیں
لیکن یہ بال زندہ ہونے ضروری ہیں
اگنی دیوی کا چلہ کاٹتے ہوئے،
ان بالوں کو ماتا دیوی کی بھینٹ چڑھا کر
تمام شیطانی طاقتیں، اپنے طلسم سمیت
تمہارے بدن میں داخل ہو جائیں گی،
تمہیں استھان ملے گا۔ دیوی کا درجہ ملے گا
تمہارے بال پتھر کے ہو جائیں گے اور پھر
انہیں کوئی کاٹ نہیں سکے گا۔

## تعزیت

میں نے کچھڑا پکار کھا ہے
مہمان اترنے ہی والے ہیں
ابلیس کی شکل،
انسانوں سے ملتی ہے
اس کے آنے سے
جو دھول اُڑی تھی،
میری وردی سے لپٹ گئی ہے
وہ جاتے سمے،
میرے تکیے کے نیچے ایک
بند لفافہ رکھ گیا ہے
اس میں عید مبارک بھی ہو سکتی ہے
یا پھر امدادی رقم کا کوئی چیک

## جیون کو خوش کریں

میں غلطیاں مٹا کر، جیون کو خوش کرنا چاہتا ہوں
میں چاہتا ہوں، میرے پیکر کے گرد لپٹ کر
صبح کی کرنیں جھوم اٹھیں
کہہ دو کہ میرے ہونٹ، نو شگفتہ غنچوں کی طرح
شیریں ہیں
کہہ دو کہ میرے پاؤں کے چھونے سے،
زمین، بربط کی طرح نغمہ زار ہو جاتی ہے
تم وہ مذہب چھوڑ دو، جو تم نے
اپنی ضروریات کے لیے تخلیق کیا ہے
تم اس نحیف تصوف کو چھوڑ دو، اپنی لکھی
کتاب کو اگلے جہان کے لیے مؤخر کر دو
تمہارے شکستہ نغمے تمہارے پاؤں آن پڑے ہیں
آؤ نئے سرے سے خدا کی تعریف کریں
غلطیاں مٹا کر، جیون کو خوش کریں۔

## بے نشان قدم

موسم کے رنگ بدلنے سے پہلے
اگر تم لکھ سکتے ہو تو
میرے بدن پر اپنی نظم لکھ لو
پھر ہو سکتا ہے، میں اپنی
بھیگی ہوئی آنکھوں پر
چھینٹے مار کر، کسی گدڑی پوش کے ساتھ
دور جنگلوں میں
نکل جاؤں، اور تم
میرے بے نشان قدموں کے
تعاقب میں سودائی بنو،

## دوریوں کا تاوان

ساری رات، تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھتے
کئی سال گذر گئے، میری ریڑھ کی ہڈی کے
مہرے تنگ ہو گئے ہیں
شائد یہ میری روح کا جنازہ ہے جسے کوئی
دفن نہیں کرتا
ابلیس نے قربت کے جال بن بن کر
محبت کے سالانہ عرس میں
ایک دولے شاہ کے چوہے کو
وجد میں نچانا شروع کر رکھا ہے
کوئی سنے تو یہ روح انسانی کا بین ہے
میں تو اس گدی کا مجاور ہوں جہاں
کوسوں دور سے ریا کاریوں کے رویے
مٹی میں لتھڑے،
درویش صفت آتے ہیں
اس بارگاہ میں
دوریوں کا تاوان
وصول کیا جاتا ہے

## ہجرتیں

میں تمہاری دنیا کا آدمی نہیں ہوں
میرے قدم ابھی زمین تک نہیں پہنچے
میری سوچیں ابھی بند پڑی ہیں
بکھرنے کے لیے انہیں ہوا درکار ہے
مجھے تمہارے صحن کی شکستہ اینٹوں سے کیا لینا دینا
گملوں میں اگے سبزے کی شناسائی
دھیرے دھیرے نظموں میں تبدیل ہو پائے گی
ابھی تو میں الگ زمین میں پڑا ہوں
ہزیمت کے نئے باب کھلیں گے
لفظوں کے ہجوم مجھ پر ٹوٹ پڑیں گے
اگلے دو چار ماہ میں میری دوسری
ہجرت ہونے والی ہے
ابھی مجھے تیسری اور چوتھی ہجرت کے
عارضی کیمپ میں اپنا نام
درج کرانا ہے

## تخلیق کار

میں ایک تخلیق کار ہوں،
اپنے خوابوں اور خوف کی آمیزش سے
شعری دنیا تخلیق کرتا ہوں۔
میری جاندار تخلیقوں میں، ڈائنیں ہیں
چڑیلیں ہیں اور کالی دیوی کے عکس ہیں
میں گم کردہ دنیاؤں اور تجربوں کو
زندہ کرسکتا ہوں،
میں اپنی شاعری کی بند گلیوں میں،
خنجر بکف جشنوں کو
خشت وخون کی دہشت میں
نہلاتا ہوں، گدھوں کا خون پلاتا ہوں،
میرا شہر، خوف کی عمارت میں مقید ہے
اور میں خود
اس دوزخی شہر میں
اپنی زندگی بھگت رہا ہوں
تم اس بھوت بستی میں آن کر دیکھو، تمہیں
پیلے دانت، پتھرائی وحشی آنکھیں
اور زہرناک ناگ
خون آشام چڑیلیں،
دیواروں پر نصب ملیں گی۔

## آخری نوٹ

ڈائری میں آخری نوٹ لکھتے ہوئے،
بڑے پروں والے نے لکھا،
آج کے اخبار میں ایک خبر چھپی ہے
کچھ دن پہلے ایک شخص
موٹر سائیکل کے حادثے میں
ہسپتال لایا گیا، آج جس کی موت ہوگئی
وہ ایسا بے ہوش ہوا کہ دوبارا اٹھ نہیں پایا
اس کی عمر کل بتیس سال تھی
دو سال پہلے اس کی شادی ہوئی تھی،
اس نے ایک بچی چھوڑی ہے، اس کے
ماں باپ کے علاوہ تین بہن بھائی ہیں،
وہ ریڈیو آرٹسٹ رہا مگر اسکا کوئی گانا
مشہور نہیں ہوا،
اس کا سانس قبضے میں لینے والے سے
اس کی تصدیق ہونا باقی ہے تاکہ
اس کی فائل بند کردی جائے۔

## پاکیزگی

عصبیت پسند ذہن، حیران ہیں
محدود تعداد چھوڑ کر ملک میں عصمت فروشی
برائے نام ہے۔
جنسی عفت پاک بازی عام ہے
ہم یورپی ہم عصروں کی نسبت بہت روشن خیال نہیں
وہاں تو جنسی صحبت کا رچاؤ کہیں زیادہ ہے
ہم جانتے ہیں کہ ہماری عورتیں،
فطرت کی وجہ سے، مرد کو پھسلانا جانتی ہیں،
اس لیے ہم قریبی رشتہ داروں کو بھی
خلوت میں اس کے پاس بیٹھنے نہیں دیتے
ہماری نگاہیں۔ سامنے سے گزرتی لڑکی کے
گھٹنوں کے اوپر نہیں اٹھتیں
ہمارے ہاں، پاکیزگی، خداشناسی کا
دوسرا نام ہے لیکن
عورتیں سمندر کی لہروں کی طرح ہوتی ہے، ان کی
چاہت آوارہ ہوتی ہے۔ وہ پورے شوروشوق سے
آدمی سے چمٹ جاتی ہیں
وہ ایک بار جس کو دبالیں پھر اسے
نچوڑ کر چھوڑتی ہیں۔

## راز

تم اس ذرہ خاک کو،
شیشے کی دوربین میں
بڑا کر کے دیکھتے ہو
حالانکہ یہ قید محض ایک دن
یا پھر اس سے بھی کم کی ہے
چاک پر گوندھی، مٹی
پھر پرانی شکل کو لوٹے گی
میں تم پر راز، آشکار
کرنا نہیں چاہتا مگر
مجھے معلوم ہے، اس نے
دو قطروں کا غلیظ چھڑکاؤ کیوں کیا
اس کا نام شیطان رکھا
تم مجھے اس آئینے سے نکال کر رکھو
میں تمہیں بڑا ہو کر دکھاتا ہوں،
مجھے دھاگے کا راز معلوم ہے

## آزاد

میں بوڑھا ہو گیا ہوں
میں نہیں جانتا فائدے اور نقصانات کیا ہیں
میں ان کی سرحدیں، بہت پیچھے چھوڑ آیا ہوں
میری خواہشیں، میری تمنائیں،
خوابوں میں پوری ہو جاتی ہیں
میں ملتا ہوں، ان سے جن سے
میرے رشتے کب کے ٹوٹ چکے
میں ان سے کہہ دیتا ہوں کہ
میرا آج حال کیا ہے
وہ ساری باتیں جن پر جاگتے میں
پہرے دار بیٹھے ہیں جنہوں نے مجھے
ہار پہنا کر تمغے سجا کر ڈیوڑھیوں میں
بٹھا دیا ہے، مفلسی میرا اثاثہ ہے اور
میں اپنے لیے نیند کی گولیاں بھی
خرید نہیں سکتا،
کبھی کبھار، کچھ لوگ، ایک مریل گھوڑے کو
ٹی وی پر دکھا کر واویلا کرتے ہیں کہ یہ ہیں
وہ لوگ جنہوں نے ہمارے لیے
آزادی کی جنگ لڑی
اب ہم نے انہیں انعامی رقم دے کر
چرنے کو آزاد چھوڑ دیا ہے۔

## شہید

زمین اپنے بچوں کو نہیں جانتی
اسے پتہ نہیں، اس نے کتنے بیٹے جنے
اُسے یہ بھی پتہ نہیں، کتنے لوگ
اس پر اپنی جان نثار کرتے رہے
وہ تو دوست، دشمن سب کو سمیٹ لیتی ہے
اسے ضرورت بھی نہیں کہ
وضاحتیں پیش کرتی پھرے، ان لوگوں کے سامنے
جو بہت جلد بھول جاتے ہیں، نابود ہو جاتے ہیں
دنوں، سالوں اور صدیوں نے ان کی
ذرہ بھر بھی تربیت نہیں کی
وہ اپنی بیویوں، ماؤں اور دوستوں کو بیچ دیتے ہیں
آپس میں بھائیوں کا خون بہا کر
میرے سینے پر شہادت کا بورڈ لگاتے ہیں

## میانہ روی

ہماری زمین وحشی حیوانات سے آباد
ہوتی چلی گئی
چاولوں، دالوں، باجرے، سبزیوں اور
پھلوں کی کاشت کم ہوتی جاتی ہے،
ہمارے عہد کے لوگ زیادہ تر،
روکھی سوکھی کھا کر، ماس اور مچھلی کو
ثروت مندوں کے لیے چھوڑ دیتے ہیں
حکومت وقت ملک کے مالی استحکام کے لیے
زراعت وتجارت پر
بھاری محصول عائد کرتی ہے
کسان اپنی آدھی جھولی
حکومتی جھولے میں ڈالتا ہے،
قدرتی آفات نے
ہمارے گھروں کا راستہ دیکھ لیا ہے۔
زر خرید غلام اور کمی کمینوں کے شودر،
ملک کے آزاد شہری ہیں،
بیان کیا گیا کہ غربت اور افلاس کی وجہ
تیس برس کا سیاسی آشوب تھا
اب منتظمین بہت خوش وخرم
چاق وچوبند اور صحت مند ہیں
بس کچھ، محدودے، چند اندھا دھند

## پاداش

میری ماں مجھے جنتے ہی، لکڑی کی ہوگئی تھی،
بعد میں یہ لکڑی بڑے کام آئی
دکھ اسے دیکھتا تو شرما کر آنکھیں جھکا لیتا
میں نے سمندر ہمیشہ سیاہی سے لکھا
پہاڑ کی رائی سے دلدل بنائی اور
کاشت ہونے کے لیے خود اس میں بیٹھ گیا
میرے لگائے پودے بیج سے ہوتے ہوئے
جب درخت بننے کے نزدیک تھے کہ
دیمک میرے دروازوں سے نکل کر انہیں چاٹ گئی
ایک دن میں سیفو کا نغمہ سننے کے لیے
اس کے کوٹھے پر پہنچ گیا،
بہت سی لڑکیاں، بیٹھی مالکونس گا رہی تھیں
ان کا خیال تھا
میں اس کی پیدائش سے پہلے آ گیا ہوں
اس جرم کی پاداش میں انہوں نے
مجھے شیروں کے آگے ڈال دیا،
شیر آنے والے زمانے کا آدمی
کھانے سے پہلے
بہت ہنسے تھے،

## ریت سے دھلا چہرا

ابھی سے تمہاری آنکھیں
میری ماں کی طرح بیوہ ہیں
تمہارے سفید بال
برفانی پنچھی کا گھونسلا ہیں
باتیں ننگے مجذوب کے پتھر
ریت سے چہرہ دھلا ہے،
تم میری ہم عمر ہو،
تمہاری عمر تیئس سال نہیں؟

## تاج محل

میں نے گھر میں رکھنے کے لیے،
عذرا کا یک بت بنایا ہے،
اس کو چہرے سے محروم رکھا کہ مجھے
فتوؤں سے بڑا خوف آتا ہے،
میں نے اپنے پرکھوں کا سارا سونا،
دوبار کٹوا کر اس کے سر کا
تاج بنوایا ہے، بھاری بھر کم سونے کی
ننھی پلیٹوں میں ہیرے جڑے ہیں،
کانوں میں قیمتی پتھروں کے بندے ہیں
گلے میں ایک بے مثل ہار ہے حس کے اوپر
دنیا کے قیمتی ہیروں کے کئی ہار ہیں،
عذرا اپنی زندگی میں اتنی خوبصورت تو
کبھی نہ تھی،
اب بھی میرے ذہن میں کسی جگہ
خوف تھا کہ مجھے
بت ساز قرار دے کر زمین میں نہ گاڑ دیا جائے
میں نے یہ بت عذرا کی قبر میں اس کے ساتھ
دفن کر دیا ہے،
بہت سے تاج محل نظر نہیں آتے،

## لعنت بے شمار

خشکی کے سب جاندار
جن کے نتھنوں میں زندگی کا دم تھا
مر گئے
ارارات کے پہاڑوں سے
زیتون کی تازہ پتیاں
مذبح پر سوختنی قربانیاں چڑھائی جائیں گی

تو نے کہا تھا کہ میں پھر کبھی
زمین پر لعنت نہیں بھیجوں گا
میں اپنی کمان کو بادل میں رکھتا ہوں
وہ میرے اور زمین کے درمیان،
عہد کا نشان ہوگی
جب میں زمین پر بادل لاؤں گا تو
میری کمان بادل میں دکھائی دے گی

وہ کمان تو اب بھی دکھائی دیتی ہے
مگر زمین پر، لعنت بے شمار ہے

## تمثیل

میرے دائیں ہاتھ کی انگوٹھی پر
ایک مذہبی تمثیل نقش کرائی گئی ہے۔
درمیان میں مادر دیوی ہے، جس کے گرد
تین اعلیٰ نسل کی داسیاں محورقص ہیں
رقص میں ایک آزاد فضا کا گمان ہوتا ہے
کیونکہ زمین پر چند پھول اور جھاڑیاں ہیں،
منظر میں، لہراتا ہوا ایک سانپ ہے
جس کی لچک بڑی دیوی کی کمر سے مشابہ ہے۔
جذبات کو بھڑکانے کی ساری تمثیل اسی
سانپ کی کمر میں ہے۔

## دریافت

ہمارے ہاں کی یہ رسم ہے کہ
اشرافیہ کی عورتوں اور مردوں کو
ان کے تہہ خانوں میں دفن کیا جاتا ہے
انہوں نے میرے مرتے ہی میری شکل کا
نرم مٹی سے ایک بت بنایا
پھر اسے مختلف رنگوں سے جوان کیا
اس نادر مجسمے کو میری لاش کے
سرہانے رکھ دیا۔ تاکہ مجھے
دریافت کیا جا سکے۔

## انتظار

میں ایک تاجر ہوں
چار ہزار سال پہلے ہماری ایک جماعت نے
سرخ اینٹوں سے ایک شہر بسایا۔
لوگ اسے 'مُردوں کی پہاڑی' کہتے ہیں
میں نے اپنے زمانے میں پتھروں سے
ایک تصویر بنائی تھی جس کا نام
''کبھی نہ مرنے والی محبت تھا''
بت تراش ہمیں اس حالت میں
دیکھ کر بار بار شرماتا تھا، پھر
جان کے خوف سے کام میں جٹ جاتا،
تصویر جب پاؤں سے سر تک پہنچی تو
بت تراش کا انتقال ہو گیا۔
ہم اب بھی اپنی تصویر میں
اپنے چہروں کا
انتظار کرتے ہیں۔

## درو پدری

یہ پندرھویں صدی کا ایک روشن دن ہے
میں، بحر اوقیانوس کے کنارے بیٹھی
حیران ہوں کہ چھبیس ہزار سال پہلے لوگ
اس سمندر کے سینے پر تیرتے ہوئے
ان جزیروں پر نسل کشی کے لیے
''ضرورت کا مال'' کہاں سے لائے
لگتا ہے، ان جزیروں کو زبردستی
آباد کیا گیا۔ آثار قدیمہ والوں نے
میرا نام لکھ لیا ہے اور یقین دلایا ہے
کہ یہ نام تاریخ میں زندہ رکھا جائے گا۔

## فاتر العقل

قدرتی پانی کی طرح، کوئی آبادی
قدرتی گدھوں کے بغیر
پنپ نہیں سکتی
ایک سو بیس سال کی عمر
پانے والا،
ساٹھ سال پہلے ہی
انتقال کر گیا تھا،
اسے فاتر العقل کا
خطاب دے کر،
نکال دیا گیا،
مرے ہوئے آدمی کی
سب سے پہلے،
یاداشت چلی جاتی ہے
اس کے بعد اس نے
بکریوں سے یاری
بڑھالی تھی،
ساٹھ سال پہلے

## روشنی

گالوں پر، چیونٹی کے انڈے
دکھائی پڑتے ہیں،
میری فکری صلاحیت
پرانی ہڈیاں چھوڑنے پر راضی نہیں ہوتی
ٹٹ پونجیئے جو میری خاک پا کے برابر بھی نہیں،
میرے برہنہ شکم کے گرد، میرے ہاتھ
خاردار تاروں سے باندھ کر،
مجھے غسل، کفن، گورکن کے بغیر
تیزی سے، مسجد کے صحن میں دفن کرنا چاہتے ہیں،
وہ روشنی، جس پر میں، منکشف ہوا ہوں
میرے مرنے سے پہلے، چھین لینا چاہتے ہیں،
میرے رخساروں پر اوس بچھا کر

## بڑھاوا

کسی نے ہمیں ناپاکی سے چھوڑ دیا ہے کہ
آپس میں، بے حرمت کیے جائیں،
عورتیں خلاف طبع کام کرتی ہیں،
مرد طبعی شہوت سے باہر نکل گئے ہیں،
ہر طرف، ناراستی، بدی، لالچ، بدخواہی بھری ہے
عہد شکنی، محبت کا پانچواں ستون ٹھہرا ہے
رحموں کی اکثریت بے رحمی کا شکار ہے
مصیبت اور تنگی
ہر ایک بدکار کے گلے میں لٹکی ہے
میں اندھوں کا رہنما،
اندھیرے میں پڑے
نادانوں کی تربیت کرتا ہوں،
کیا کریں،
بتوں سے نفرت کرنے والے ہی
مندروں کو لوٹتے ہیں،
آؤ مل کر، برائی کو اتنا بڑھا دیں کہ
اس سے اچھائی پیدا ہو،
اس کا آغاز میں تم پر
پہلی تہمت لگا کر کرتا ہوں

## کھوپڑیوں کے مینار

تین ہزار سال پہلے میرے دوست۔
ایک بیوہ اور پندرہ سال کی
دو لڑکیاں چھوڑی تھیں،
سینکڑوں سال ہر گزرنے والا بادشاہ
انہیں اپنے حرم میں داخل کرتا رہا
ان کے ہاں سینکڑوں لڑکیاں ہوئیں
رسموں نے بہن بھائی کے نکاح کو رواج دیا
بھائیوں کی خوشامد کرتے، بیواؤں کو
برسہابرس بیت گئے لیکن
زنا بالجبر ہمارا شوق ہے
کاش کوئی چنگیز میرا بیٹا ہوتا

## فضا کی سازش کے مجرم

جینا کچھ عجیب نہیں، محض ایک حیاتیاتی عادت ہے
جو کئی نسلوں پر پھیلی ہے،
زندگی کو دو ادوار میں بانٹ کر،
یکسانیت کی تلخی کو توڑا گیا
یہ محض حیلہ سازی اور عادت کی بے رنگی ہے
حیران ہونا، انسان کی کبھی خواہش نہیں رہی
بارود چلانے والوں کو، ہم، نفسیاتی مریض کہتے ہیں،
یہ چھوٹی اقلیت حیرت انگیز علمی پیش رفت ہے
عجیب وغریب، نادر روزگار کام کرتی ہے
یہ سب فضا کی سازش کے مجرم ہیں،
جنہوں نے اجتماعی عمل کا رشتہ ٹوٹنے کے بعد
خود کو بھری کائنات میں، تنہا اور اجنبی جانا
انہوں نے معاشرے اور تہذیب کو
بے معنی ڈھکوسلہ اور لایعنی سمجھا
بدلے کا شوق، حیران کر دینے کا عمل
ہفت رنگ پزل پیدا کرتے ہیں

## عددوں کا دستر خوان

عددوں کا دستر خوان لگ گیا ہے
وہ کہتا ہے،
کھانا کھائے بغیر کوئی نہ جائے،
جاہل جنگلی کبوتر،
ایک مٹھی گندم پر آن گرتے ہیں،
لیکن یہ تو جنت سے نکالے ہوئے نہیں ہیں
آخر اس نے ہماری محبت
ایک وقت کے کھانے سے خرید لی ہے،
ہم نے آئندہ کے لیے،
اسے اپنا سردار مان لیا ہے،

## فرعون نے میرا بھرم رکھا

ایک تھال میں 192 بلیوں کی
تین ممیاں سجادی گئی ہیں اور لکھا ہے
یہ دوسری صدی قبل مسیح کی ہیں
یہ بلیاں قدیم مصر سے لائی گئی ہیں
ان میں ایک دیوی کی تصویر ہے
مجھے پتہ نہیں انہوں نے بناتے وقت
پالتو بلیوں کی بجائے جنگلی بلیوں کو
ترجیح کیوں نہیں دی
سائنسدان، تحقیق میں مصروف ہیں
انہوں نے جان لیا ہے کہ ان میں ایک
بلی کا بچہ ہے،
شکر ہے کہ فرعون نے میرا بھرم رکھا۔

## کیا تم مر چکے ہو؟

میں ہر روز اپنی جیب میں کچھ بوسے لے کر
سمندر کے کنارے ل
کوئی شخص مجھ
مر چکے ہو؟
اگر زندہ ہو تو زن
میں اسے ریت پر ایک مثلث بنا ر
سمجھاتا ہوں کہ دیکھو زندگی اور موت
کبھی جدا نہیں ہوئے
اوپری سرے پر خدا بیٹھا ہے
اور نچلے دونوں، سروں کے درمیان
مجھے بھگاتا رہتا ہے۔
تم جیسے لوگ جو مثلث کے اندر ہیں
صرف سوال پوچھتے ہیں۔

## کھلے میدان کی سولی

یارو، جب میں مر جاؤں تو مجھے
اپنے عالیشان لباس میں، میری تمام دولت کے ساتھ
حنوط کر دینا۔
کہتے ہیں ایک دن سارے مر جانے والے انسان
دوبارہ زندہ کیے جائیں گے،
میں چاہتا ہوں کہ اس وقت میرے سیدھے ہاتھ میں
میری شاندار فتوحات اور کارناموں کا ذکر ہو
میں اسے بتاؤں گا میں نے اس کے نظام میں
کس طرح زمین کا بوجھ کم کر کے ہزاروں سر قلم کیے
تا کہ زمین میں فساد کی حد بڑھ نہ پائے
میں اسے بتاؤں گا میں نے اسے کس طرح روزے کی
حالت میں زندگی گذارنی سکھائی
میں نے ان پر مسلسل طلسم جاری کر کے کس طرح
اپنے خدا کی یاد میں مشغول رکھا،
ان کی تابعداری کے عوض ایک جنت کا خواب دکھایا
وہ ہمیشہ کتے کی طرح میرے پیچھے دم ہلاتے رہے کہ شائد
ایک دن، ان کی تمام مصیبتوں سے نجات ملے گی اور
وہاں بھیج دیئے جائیں گے جہاں میں رہتا رہا ہوں
جب کہ میں مر گیا ہوں، تم نے نے میرے محل پر قبضہ کر لیا ہے
میری بیوی کو رنڈی بنایا ہے، تم کیسے دوست ہو کہ تم نے
میری لاش کو دھوپ میں نہلا کر، کھلے میدان کی سولی پر
لٹا دیا ہے۔

## چاغی کے قبرستان میں میرے لیے جگہ رکھنا

ایک سرخ وسفید ایمبولینس مجھے گھسیٹے پھر رہی ہے
راستے، دھول کی طرح انسانوں سے اٹے ہیں،
پتہ نہیں ان کاروں کا کوئی گھر نہیں ہے۔
یہ ہر وقت گشتیوں رنڈیوں کی طرح
سر بازار گھومتی پھرتی ہیں
ڈرائیور اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ
میں سکندر کی فوج میں ایک سپاہی تھا
جو راجہ پورس سے جنگ کے دوران
کام آگیا
سکندر کا حکم تھا کہ مجھے اعزاز کے ساتھ
چاغی صاحب کے قبرستان میں دفن کر دیا جائے
لیکن یہ مختصر سا فاصلہ صدیوں میں طے ہو نہیں سکا
انہوں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ چاغی صاحب تک پہنچنا
شائد ممکن نہیں رہا، بہتر ہے
میری لاش کو قریبی حنوط سنٹر پر
اتار دیا جائے
جب وقت ہمارے ملک پر مہربانی کر دے گا تو
میری لاش کو انتظار سے نکال کر
چاغی کی پہاڑیوں میں دفنا دیا جائے

## شاہ کا کتا

میں ایک جز وقتی شاعر ہوں
لوگ مجھ سے سہرے اور کبھی کبھار
نوحے لکھوانے آتے ہیں،
اس بار مجھے ایک فرمائش موصول ہوئی ہے کہ
مجھے ایک کتے کا نوحہ لکھنا ہے۔
کل شام ٹی وی پر بریکنگ نیوز چلی تھی
ملک کے صدر کا کتا مر گیا ہے،
آپ جناب کو اس سے اس قدر پیار تھا کہ
اس کے غم میں ICU میں داخل ہیں۔
ایک صحافی نے تعزیت کے لیے حاضری دی
پوچھا اب قوم کا کیا بنے گا۔
ہنس کر فرمایا رعایا کا خیال رکھنا
شاہ وقت پر فرض ہے،
وہ کتا میرا بیٹا نہیں
صرف لے پالک تھا
ادنی کارکن تھا
یہ نوحہ جب
ٹی وی پر پڑھا جائے گا
تو مجھے بھی اس کے اینکر کے
برابر معاوضہ ملے گا

## 1936 میں دفن کر دیا جائے

ہر آنکھ کے ہاتھ میں رعشہ ہے،
اب حیرتیں براہ راست ہاتھوں پر اترتی ہیں
بلوے نازل کرنے کا کام،
فرشتوں نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے
چھوٹے سانپ ناپید ہوتے جاتے ہیں۔
اژدھے صرف دانت کھال میں نہیں اتارتے
ٹانگوں سے لپٹ کر ہڈیاں توڑ دیتے ہیں،
فاختائیں عہد قدیم کا حصہ ہیں،
نسل کشی کے لیے ادھوری عورتیں پسندیدہ زیور ہیں
سونا حاصل کرنے کے لیے تھوڑی راکھ سر میں
ڈالنی پڑتی ہے، لیکن فکر کی کوئی بات نہیں
اندھوں کو راستہ دکھانے کے لیے، سفید چھڑیاں
درآمد کر لی گئی ہیں۔
حکم ہے کہ سارے شاعروں ادیبوں کو
دخانی جہازوں میں بٹھا کر
1936 میں دفن کر دیا جائے۔

## سورج اور سورج

میں برسوں، اپنی تلاش میں پھرا ہوں
ان تمام دنوں میں، سورج ایک دن بھی
میرے سر سے نہیں ہٹا،
اس نے میری جلد تانبے کی بنا دی ہے
پاؤں میں ریت باندھ دی ہے
آنکھیں جلا کر کوئلہ کر دیں
بازو، ٹنڈ منڈ، شاخیں ہیں
اب ایک ہی آرزو آن بچی ہے کہ
سورج سوا نیزے پر آن کر
مجھے پگھلا دے

## ادھورے لفظ

میں ہر روز نئے لفظ جوڑ کر
نئی نظمیں بنانے کی کوشش کرتا ہوں،
لفظ مجھے دھوکا دے کر،
میرے ہاتھ سے نکل جاتے ہیں،
کبھی شکلیں بدل لیتے ہیں،
کبھی معنی چھوڑ جاتے ہیں،
سالہا سال صعوبت سے
گزرنے کے بعد بھی
ہم وہ نہیں کہہ پاتے،
جو کہنا چاہتے ہیں
جیسے ماں باپ کی رضامندی سے
وہ ساتھ قبول کر لیتے ہیں
جن سے زہر کی تھیلیاں
برآمد ہوتی ہیں،
ہم وہ کہہ نہیں پاتے
وہ کچھ سمجھ نہیں پاتے
ہماری گرائمروں میں فرق نہیں
لیکن وہ زبان
جو ہم نے ایجاد کی ہے،
ابھی تک ادھوری ہے

## ریاست

ہانڈیوں کے منہ، ہم نے خود کھول دیے ہیں
کتوں نے شر میں اتار کر رکھ دی ہیں
غیر مادی خوبصورتیوں میں کھوئے لوگ
چاند کو مٹکوں میں چھپا کر رکھتے ہیں
ایک دن ہم دھوپ پکڑ کر لائیں گے
حرام کے پلوں کے گلوں میں
ذبح کی ہوئی بلیاں بولتی ہیں
ذلتیں موقع، پاتے ہی، دبوچ لیتی ہیں
تیز دھار چھریاں سانس کی نالی میں
سیدھی کھڑی ہیں،
چیڑ کے درخت کی اُوپری شاخ پر
ابلیس بیٹھا، مسکراتا ہے۔

## بات کس کی سمجھ میں آئے گی

مزار کے احاطے سے ایک نعش
برآمد ہوئی ہے۔ اگرچہ اس کو
ڈاکوؤں نے ادھیڑ رکھا ہے،
وہ لوگ شائد، دفن کے فوراً بعد ہی
رخصت ہو گئے تھے،
حلیے کے اعتبار سے وہ
آئرن ایج کا کوئی سردار لگتا ہے کیونکہ
اس زمانے کا انسان 9 فٹا ہوتا تھا
اس کے جسم پر بنے TATOOS خاص
توجہ حاصل کرتے ہیں، اس کے
بازوؤں اور ٹانگوں، پر، پر اسرار
بلائیں بنی ہیں جن کے پر ہیں
بلیوں کی سی دمیں ہیں شیر کے چہرے والے
سانپ ہیں، ایسے ہرن ہیں جن کی
بازوں جیسی چونچیں ہیں
میں انہیں بتانا چاہتا ہوں کہ میں
460 سے 370 قبل مسیح زندہ رہا
اور یہ تصویریں اسی دور کی یادگار ہیں،
لیکن یہ نعش اگر بول بھی پڑے تو بات
کسی کی سمجھ میں آئے گی؟

## میری دریافت نو

میں سیفو کی خودکشی کی پرواز
پر فدا ہوں جس میں، وہ ایک
پہاڑ کی چوٹی سے کود گئی تھی،
اس یونانی شاعرہ کی
ایک گمنام شخص کے لیے
یہ چھلانگ، انیسویں صدی کے پینٹر
انٹونی جین گراس نے بنائی ہے
میں حیران ہوں،
اس نے مجھے کیسے دریافت کیا
اس لیے میں اس کی خودکشی کی چھلانگ
دیکھنے کی مہلت لے کر آیا ہوں ______
میرے پاس اب بھی اس کی
بے شمار چیزیں محفوظ ہیں،
اس کے جوتے،
اس کی جرابیں، بوتلیں اور لکڑی کی میز،
جو میں نے اپنے فریزر میں رکھی ہیں،

## بند قبا

میں خود اپنا زر خرید ہوں
اپنی مرضی کے لمحوں کو
طول دے کر ابد کرتا ہوں
میرے بھکنے سے ابدی
سندیں جاری ہوتی ہیں،
کاتب ان کو درج کر کے،
کتابی صورت میں شائع کرنے والے ہیں،
میرے فرمودات سے ایک نئی
طلسم ہوش ربا جاری ہونے والی ہے
میری غیر مربوط نیم وحشیانہ صنف کی
تصویروں کو
تم اپنی انگلیوں سے چھو کر محسوس کرو گے،
حیا بند قبا کے کھلتے ہی،

## حقیقت

اندھیرے کے موت کے منہ میں جانے سے پہلے
تمام سروں کی چربی، بہہ کر پھیل گئی تھی،
شہر کے چوراہے پر کئی سر لٹکا دیئے گئے تھے
چیخم دھاڑ میں نہائی خون کی ہولی میں
عورتوں کے واویلے تھے اذانیں ہو رہی تھیں
خوف نے میرے پاؤں اور دانت
جکڑ رکھے تھے
میں کوشش بھی کرتا تو صرف
ہوا کو آزاد کرا سکتا تھا۔ مگر
مجھے جو سکہ، زندگی کے لیے عطا ہوا
اس کے صرف ایک جانب تصویر تھی،
دوسری طرف خالی تھی،
موت کی طرح خالی۔
میرے کٹے ہوئے سر نے
زمین چھوتے ہی
ساری حقیقت جان لی تھی۔

## کواڑ

دروازہ کھٹ کھٹانے کی آوازیں ابھرتی ہیں
اس کو کھولنے کی ضرورت نہیں،
مجھے پتہ ہے میں خود ہی باہر کھڑا ہوں
اندر کی تنہائی کو پھر سے اندر لانا چاہتا ہوں
میرے ماضی کے مصائب کی تھکن
میرے کاندھوں پر سوار ہے،
میں گرنے ہی والا ہوں
مجھے تھوڑی دیر اور انتظار کرنے دو
میں چاہتا ہوں، اپنی ہی دہلیز پر
دم توڑ دوں،
تنہائی میں، ویسے بھی، اتنی سکت نہیں کہ
اٹھ کر کواڑ کھول دے۔

## اس منظر کو تاریخ میں دفن کر دیا جائے

خون آلود دیواروں میں،
خاموشیوں کے کیل جڑے ہیں،
اندھیروں کے لوتھڑے جا بجا بکھرے ہوئے
فناہ کی آہٹیں دفن ہیں،
حال کے کھنڈروں میں
سانسوں کا پھرنا، معدوم ہے
ریت کی اندھیری قبریں
مکینوں کو گود لیے، معذوریاں سمیٹ کر
لیٹی ہیں۔
سر میں بڑھتی ہوئی شورشیں
دیواریں پھاڑ کر بہتی چربی میں بدل گئی ہیں
احساس نے سارا شہر جلا کر
خاکستر کر دیا ہے۔
کچھ آوازیں ہیں جو تہہ میں بیٹھی ہیں
بار بار الوداع کہنے کی آرزو میں ابھر کر
اوپر آتی ہیں، اپنی موت آپ
مر جاتی ہیں،
بہتر ہے، اس منظر کو اب
تاریخ میں دفن کر دیا جائے۔

## رام

شرمیں پیچھے رہ گئیں۔
بے شرمیاں جوان ہو گئیں
اڑوس پڑوس کے منظر، پیاسی زمینوں کو
کاشت کرنے کے لیے، اوس لے کر آ گئے
آدھے چھیدے کانوں کے لیے،
تحفے موصول ہونے لگے
بے حیائی کی پروردہ لڑکیاں،
ساری عمر، کنبے والوں کو ایک ایک
چارپائی پر سوتا دیکھتی رہی ہیں
صرف کنجریاں، سرخی نہیں لگاتیں
بوڑھیاں ہر وقت بکواس کرتی ہیں،
پاگلوں نے دینیات کی کتاب نہیں پڑھی
کھیتوں سے گزرتے، میراثی کے بیٹے نے
ایک کو دبوچ کر، ہمیشہ کے لیے،
رام کر لیا ہے

## فضا کی سازش کے مجرم

جینا کچھ عجیب نہیں، محض ایک حیاتیاتی عادت ہے
جو کئی نسلوں پر پھیلی ہے،
زندگی کو دو دوادوار میں بانٹ کر،
یکسانیت کی تلخی کو توڑا گیا
یہ محض حیلہ سازی اور عادت کی بے رنگی ہے
حیران ہونا، انسان کی کبھی خواہش نہیں رہی
بارود چلانے والوں کو ہم، نفسیاتی مریض کہتے ہیں،
یہ چھوٹی اقلیت حیرت انگیز علمی پیش رفت ہے
عجیب و غریب، نادر روزگار کام کرتی ہے
یہ سب فضا کی سازش کے مجرم ہیں،
جنہوں نے اجتماعی عمل کا رشتہ ٹوٹنے کے بعد
خود کو بھری کائنات میں، تنہا اور اجنبی جانا
انہوں نے معاشرے اور تہذیب کو
بے معنی ڈھکوسلہ اور لایعنی سمجھا
بدلے کا شوق، حیران کر دینے کا عمل
ہفت رنگ پزل پیدا کرتے ہیں

## خوشی

میں اس کو ٹھے، پر کئی برسوں سے
بلائیں اترتی دیکھ رہا ہوں
اس ڈھہ گئے مکان میں
ایک سفید بالوں والی لڑکی رہتی ہے
یہاں گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز
کبھی سنائی نہیں دی،
میں نے اس کا پچھلا جنم بھی دیکھا ہے،
تب اس کا نام، خوشی ہوا کرتا تھا،

## سیکنڈ ہینڈ کتیا کی تلاش

میں بیچ دریا، کشتی سے اتر گیا تھا
اترنے سے پہلے میں نے
اپنے دونوں ہاتھ، کاٹ کر
جیب میں رکھ لیے تھے
اس سے پہلے میں
ایک عالی نسل گھوڑے کے ساتھ
اصطبل میں رہتا تھا،
برسوں کی رفاقت کے بعد بھی مجھے
اس کی مالش کرنی نہیں آئی
نہ ہی اسے چائے بنانی آئی
ناپسندیدہ جانوروں کے ساتھ،
زندگی گزارنی،
تنی آسان نہیں ہوتی
میں بیچ دریا کشتی سے اتر گیا تھا
میرے دونوں ہاتھ
اب کسی سیکنڈ ہینڈ کتیا کی
تلاش کرتے ہیں،

## بھوکے ننگے

مصیبتیں مٹی سے پیدا نہیں ہوتیں، نہ ہی
دکھ زمین سے نکلتے ہیں،
مفلس کے منہ کی تلوار، اسے
امید سے باندھے رکھتی ہے،
پیتل کا جسم رکھنے والوں سے بچنے کے لیے
پتھروں کی طاقت درکار ہے
نوکر جیسے، سائے کی آرزو کرتے ہیں
مزدور اپنی اجرت کی حسرت پالتے ہیں
ان کے دن امید کے بغیر گزرتے ہیں،
وہ ڈراؤنی چیزیں دیکھ کر ڈرتے ہیں،
ہم اپنے مال سے "رشوت" نکالتے ہیں
ہماری کھالیں مٹی اور ناسور سے بھری ہیں
جس طرح یخ بستہ نالے،
دھوپ سے گم ہو جاتے ہیں
جیسے بادل پھٹ کر غائب ہو جاتا ہے
ایک دن، ہم بھی غائب ہو جائیں
لوٹ کر نہیں آئیں گے،
بھوکوں کو ننگا چھوڑ جائیں گے

## اب نصاف میں کروں گا

میں نے لکڑی کے چند تختے خرید کر
عموداً نصب کرا دیے ہیں
ان کے اوپر، آرا مشین نصب کرائی ہے
اس کے ساتھ کچھ ہتھوڑے کچھ چھینیاں،
کیلیں اور رسیاں اکٹھی کی ہیں
میں نے ٹھان لیا ہے کہ اب انصاف
میں کروں گا،
غداروں اور مجرموں کا صفایا کر دوں گا
ان سب کو اغوا کر کے، انکے
اثاثے بحق سرکار ضبط کر لیے جائیں گے
تختوں کی صلیب پر انہیں باری باری۔
باندھا جائے گا
ان کے ہاتھوں اور پاؤں میں میخیں
ٹھونک دی جائیں گی
ان زندہ انسانوں پر آرے چلا کر، ان کو چیر دیا جائیگا
انہیں دو ایسے ٹکڑوں میں تبدیل کر دیا جائیگا کہ
انہیں دوبارہ، جوڑا نہ جاسکے
ان محب وطن ملک لوٹنے والوں کی لاشیں
شہر کے چوراہوں پر پھینک دی جائیں گی

## موت کا منظر حنوط کرتے ہیں

زندگی ہاتھ سے پھسلتی ریت ہے
عمر، ہمارے جسموں سے، بازو کترتی رہتی ہے
موت کی کاریگری سروں پر مسلط ہے
ہمارے گرد، آباد لوگوں کی بو پھیلی ہے
سامنے کے منظر
ہزاروں معزوریاں گلے میں لٹکائے
پھرتے ہیں
آنکھوں میں نقش ہوتے، یہ منظر نامے
دوسروں کی بددماغی اور شورش کا نتیجہ ہیں
ہیبت ناک خاموشیوں کی گنگ دیواریں
امکانات کو نگلنے کے انتظار میں
ڈھ چکی ہیں،
کچھ آتی جاتی سانسوں کو، خود ہم نے
اپنی انا میں لپیٹ کر، سوئی سے
تلوار کا کام لیا ہے
ہم نے اپنی زندگی اور خوشیوں کی
قدر نہیں کی
سنا ہے، نمک زندگی کو دوام دیتا ہے
آؤ زندگی کا پیچھا کرنے والی آنکھ میں
موت کا منظر حنوط کرتے ہیں

## گزرا ہوا آدمی

مجھ پر مصیبت کی راتیں نازل کی گئی ہیں
میں اٹھنا چاہتا ہوں، پر رات لمبی ہو جاتی ہے
میرا جسم،
کیڑوں اور مٹی کے ڈھیلوں سے ڈھکا ہے
میری کھال سوکھ کر، ناسور بن چکی ہے
دن ہو نہیں پاتا اور بغیر امید گزر جاتا ہے
مجھے یاد آتا ہے، میری زندگی ہوا تھی
میری آنکھ خوشی کو، پھر نہ دیکھ سکے گی
میں کبھی اپنے گھر کو نہ لوٹ سکوں گا
نہ ہی میری جگہ اب مجھے پہچانے گی
میری کیا بساط ہے کہ تو مجھے سرفراز کرے
جو قبر میں اترتا ہے، پھر کبھی اوپر نہیں آتا
میرا گناہ کیا ہے، تو نے
کیوں مجھے اپنا نشانہ بنا لیا ہے

## معلوم نہیں

مجھے ایک شہر ہول کی تلاش ہے
مگر ابھی
مجھے کچھ ہندسوں کے آہنی جال نے
پنجوں میں دبوچ رکھا ہے
میرے کمرے کے درودیوار،
مکمل شیشے کے ہیں
جس میں روشنی یوں منعکس کی گئی ہے
کہ وہ سمندری لہروں کے مدوجزر کا
احساس پیدا کرتے ہیں
آسائشوں سے آراستہ اس مقام کو
اپنا گھر تصور کرنا،
محض واہمے کے مترادف ہے
ہمارے اجسام، یکساں رفتار سے
مخالف سمتوں میں سفر کر رہے ہیں،
کیا تم نے کبھی
مہاتما بدھ کی واردات پر غور کیا ہے
اس عروس البلاد میں،
کسی چیز کا سایہ ہے
یا کوئی آسیب ہے،
معلوم نہیں

## ہمارے طبیب

انہوں نے ہمارے مشیروں کے،
ذہن کند کر دیئے ہیں،
وہ عدالت کرنے والوں کو،
بے وقوف بناتے ہیں
پسند کے بادشاہوں کی کمر میں پٹکے ڈالتے ہیں
اعتماد والوں کی قوت گویائی چھن چکی ہے
بزرگوں کی دانائی زنگ کھا گئی ہے،
وہ اندھیروں میں، گہری باتوں سے
شکار کھیلتے ہیں،
صبح دم، موت کو شاہراہوں پر ڈال دیتے ہیں،
انہوں نے سرداروں کی عقل اڑا دی ہے
پہاڑوں کی بھول بھلیوں میں،
غار تلاش کرتے ہیں
اندھیروں میں روشنی ٹٹولتے پھرتے ہیں،
تماری آنکھوں نے دیکھ لیا،
تمہارے کانوں نے سن بھی لیا
سمجھ بھی لیا، ہمارے رہبر،
ہمارے طبیب، سب کے سب نکمے ہیں،
کاش ان کا تخم مر جائے، کاش ان کی
زبانیں کاٹ ڈالی جائیں۔

## گیان کی عبارتیں

وہ لفظ جو کبھی مر گئے تھے، آج بھی

زندہ ہیں،

اس کے برعکس آنے والے تمام الفاظ

ابھی مرے ہوئے ہیں

میں دونوں میں رشتہ جوڑنے کا کام کرتا ہوں

آنے والے لفظ ابھی اپنے ڈھانچوں میں

داخل نہیں ہوئے

اسی لیے ان کا بھرم باقی ہے

یہ لفظ بھی جب ماضی کا حصہ بنیں گے تو

ظروف کی طرح، اپنے ہڑپوں سے برآمد ہوں گے،

آرکیالوجسٹ ان کو دیواروں پر نقش دیکھ کر

ہماری تہذیب کو ٹٹولیں گے،

لیکن وہ مجھے کیسے ڈھونڈ پائیں گے،

میں جو سفید ریش، اپنے جیسی داڑھی

رکھنے والے برگد کے نیچے بیٹھا کرتا ہوں

پرانے زمانوں کی مورتیوں سے عبرت سمیٹ کر

شام سے پہلے گھر لوٹنے کی تاکید کرتا ہوں

اس سے پہلے کہ میری ہڈیاں

دیمک کا رزق بن جائیں،

میں دیوار پر کچھ عبارتیں چھوڑ جانا چاہتا ہوں

جو مجھے گیان میں ملی ہیں۔

## ہمارے کام میں دخل کوئی نہیں دیتا

مری ہوئی کھال سے شیر نکلنے ہی والا ہے
لوگ دانے دانے پر لکھے نام میں
اپنے دانے تلاش کرتے پھرتے ہیں،
جب سارا کھیت ہی چڑیاں چگ گئی ہیں،
پھر تلاش میں نکلنے کا حاصل کیا ہوگا
خداداد صلاحیتوں کے مالک
اوورا ے کپ آف ٹی ہمارے لیے
تاروں میں ہر دس منٹ بعد
چار سو چالیس وولٹ کا کرنٹ بھیجتے ہیں
زبان دراز کوئے، تشہیر کے لیے تاروں پر
ٹانگے جاتے ہیں، بوریوں میں باندھے جاتے ہیں
عزیز ہم وطنوں نے ستو پی لیے ہیں،
رہا کیے گئے حکومت میں اپنا حصہ مانگتے ہیں
انصاف کو کیمو تھراپی مقصود ہے ورنہ اسے
کینسر ہسپتال میں داخل کرنا ہوگا،
ہم خوش ہیں کہ ہمارے کام میں
کوئی دخل نہیں دیتا۔

## ہجر کا خط

تری پلکوں سے گرتے آنسو نے
یک لخت، ہجر کا خط کھینچ دیا
اگلے لمحے شناسائی کے مارے حروف
مٹ گئے
تلاش کی حرکت پر،
ایک مٹی سی جم گئی
شب کے گہرے کاجل میں،
رقص کرتا ہوا سویرا
نئی قدر، نئی قیمت لے کر آیا
سوچ کا دریا، کچھ دیر کو ٹھہرا، پھر
ندامتوں کی گٹھڑی، کندھے پر ڈال کر
نئے سفر پر نکل پڑا
اس کا تو پتہ نہیں، مگر میں
سانسوں میں خاموشی کا زہر لیے
ہر موڑ پر اس سے ملتا رہوں گا

## میں انتظار میں ہوں

ایک دفعہ ایک عورت تھی،
بلا کی پرکشش عورت
اس کا ذہن بھی، اس کی طرح
خوبصورت تھا،
وہ باتیں سنتی اور مسکراتی
آدمی اس کے حسن میں ڈوب کر
بانہوں میں جکڑ لیتا،
وہ کہتا رہتا اور وہ سنتی، مسکراتی رہتی
آخر وہ دن آگیا، جب عورت نے اسے
اس سے زیادہ سمجھ لیا، جتنا اس نے کہا تھا،
اس رات وہ اپنے گھر کی دہلیز پر سویا تھا
اور عورت چھوٹے سے کمرے میں
پھر ایک نوجوان، اس کی کھڑکی میں آیا،
اس نے نشیلی آواز میں کہا کہ تمہی
وہ عورت ہو، جو میرے خوابوں کو مکمل کرسکتی ہے
تم میری روح کو شیشے کے ایک نازک برتن کی طرح
اپنے ہاتھوں میں لے کر، اپنی چھاتی کی گرمی پہنچاؤ
ہم دونوں مل کر، زندگی کا نغمہ گائیں گے
ہمیشہ رہنے والے چاند کی جنت میں جھلیں گے
آ ____ میری خواہش کہ میں انتظار میں ہوں

## دانش کے پیغام

پرندے سمندر کی چھاتی پر اٹکھیلیوں میں مصروف ہیں
سروں کی گونج سانسوں پر سبقت لے گئی ہے
ساری چیزیں گیان کی چھت پر اتر رہی ہیں
ایسی جو گمان سے باہر ہیں،
ساری سمندری چیزوں اور مخلوق کے نام
موسیقی میں ڈھل گئے ہیں
ساری چوٹیاں یوں دکھائی پڑتی ہیں،
جیسے کتے منہ کو اوپر اٹھائے، ہوا سے
محبت کشید کر رہے ہیں
لگتا ہے، سمندر کے اندر، ایک پرانا بوڑھا برگد
دھیرے دھیرے اپنے پتے اتار رہا ہے، جو
سیپیاں، گھونگے بنے، لہروں پر ہلکورے لیتے
دانش کے پیغام لاتے ہیں
سمندر کنارے، اترتی رات، اپنے ساتھ
ہوا اور بادلوں کو لے آئی ہے
جوں جوں دن گذریں گے، یہ راتیں بڑھتی جائیں گی
زیادہ بادل زیادہ تاریک راتیں لائیں گے
سارے کنارے ریتلے گلابوں سے بھرتے جائیں گے

## وہ دن آنے ہی والا ہے

میں نے جھینگر کی طرح، خزاں کی کچھ چیزیں
بُرے دنوں کے لیے سنبھال رکھی ہیں
زمین کے اندر رینگنے والے دوسرے
کیڑوں کی طرح، موسموں کے سیب،
زیرِ زمین چھپا لیے ہیں
انہیں خانوں میں سجا کر
نمک اور سرکے میں محفوظ کر لیا ہے
کچھ تیز مرچوں کو بھی
تلخ باتوں میں بھگو کر، ان کے ساتھ
کچھ مزاح کے پہلو جوڑ دیے ہیں،
گلابوں کی راکھ پر رونے کی بجائے
صرف ذہانت کی باتوں کو
ذخیرہ کیا ہے،
مجھے یقین ہے، وہ دن آنے ہی والا ہے
جب ہم بوڑھے ہوں گے
پردے گرے کمرے میں بیٹھے، آگ
تاپ رہے ہوں گے، پھر ہم
ایسی ہی بچی کھچی باتوں سے
زندگی کا جمود توڑا کریں گے

## خود مختاری

وہ ایک بھگوان ہے، مگر اسے
اپنے جیسا بھگوان بنانے کی قدرت نہیں
کہتا ہے، اس نے اپنی تخلیق کو،
اپنی شکل پر بنایا، اس کو اپنا سایہ کہا
جمالی اور جلالی اوصاف سے آراستہ کیا
جب برہما، مالک کل و خود مختار ہے تو
انسان اس جیسا، بالکل نہیں یا پھر
اس کی تخلیق ادھوری ہے، یا پھر
یہ بیان اس کے نام سے منسوب کر دیا گیا ہے
میں اس کا بھگت ہوں، اگر مجھ میں،
اپنے جیسا انسان بنانے کی شکتی ہو تو
میں اس کے لیے موت کبھی نہیں لکھوں گا،
یہ بے انصافی ہو گی

## زمین کی گرہ

میری پچھلی زندگی میں ایک سال ایسا ملتا ہے
جس میں وقت کی دھول، پر محبت اڑا کرتی تھی
ایک شام، ایک کالے خواب نے، ہم سے کہا
ناکامی ہمارا مقدر ہے کہ ہم سردیوں کے ڈسے ہیں
جو رات ہم نے ایک کالی چادر پر جاگ کر گزاری
اس کا بیج
اتنا چھوٹا تھا جتنا آبنائے ہوا میں ذرہ ہوتا ہے
یہ لمحہ بعد کے سخت دنوں میں
انتظار کی کڑی پینگ پر جھولتا رہا
میں نے دیکھا کہ زمین اپنی کوکھ میں،
انگور کے بیج کو تادیر رکھتی ہے۔
خاموش رہتی ہے۔
پھر اس نے کہا، قتل، نفرت اور محبت میری طرح ہیں
جب تک میں نہ چاہوں، کچھ بھی مرنے والا نہیں
تمہیں کسی سرد موسم یا طوفان سے،
خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں،
جب تک کہ بیج میری گرہ میں بندھا اور گرم ہے

## ٹھنڈی آگ

وہ ایک ٹیبل لیمپ جلا کر، ہر رات
کتاب ہاتھ میں لیے، بستر پر دراز ہو جاتا ہے
ایک عورت، آنکھوں میں بوڑھے خواب سجائے
ساتھ لیٹ جاتی ہے
ایک، کتاب نہیں پڑھتا اور وہ ٹکٹکی لگا کر
اوپر چھائے اندھیرے کو گھورتی رہتی ہے
دونوں ایک الٹ گئی کشتی کی مانند
ٹھنڈے پانی پر ہچکولے لیتے ہیں،
شائد ہی ایک دوسرے کو چھوتے ہیں
ایسا کبھی، اگر ہو بھی جائے تو
ان کے چہرے سپاٹ ہوتے ہیں،
یوں لگتا ہے، ان کی ساری زندگی
بس اسی ایک مرحلے کی تیاری تھی
دوسرے لوگ، دور کہیں، شائد
کسی واقعے کے رونما ہونے کا انتظار کرتے ہیں،
حیرت انگیز دوری میں ایک حیرت انگیز ساتھ
جس کو درمیان سے خاموشی نے
دھاگے کی مانند، باندھ رکھا ہے، جہاں
کوئی ہوا بھی درمیان میں نہیں ہے
وقت محض ایک پر ہے جو نہیں،

چھو کر گزرتا ہے
یہ دونوں میرے ماں باپ ہیں،
جن کی آگ سے میں پیدا ہوا تھا
جواب ٹھنڈی پڑ گئی ہے

## بدن کا لمس

میں تمہیں، بالکل ایسے چھونا چاہتا ہوں
جس کو بیان کرنا، مجھ پر مشکل ہے
میں تمہارے بدن کا لمس
اپنی انگلیوں میں، قید کرنا چاہتا ہوں
مجھے اپنے بالوں کو، اپنے سرخ ہونٹوں کو
اپنی ریڑھ کی ہڈی پر تنی جلد کا لمس پانے دو
میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میرے
اس عمل میں شہوت کا کوئی عنصر نہیں
میں تمہیں ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا
مجھ پر بھروسہ کرو، مجھے چھونے دو
میں اپنی انگلیوں میں تمہارا لمس
کشید کرنے سے آگے،
بالکل نہیں بڑھوں گا

## زندہ اور گرم

میری کمر پر لدے کچھ سنہری سال ہیں
جن میں محبت کی چھپی کہانی پر
گرد کی ایک دبیز، تہہ بیٹھ گئی ہے،

وقت پر تاریکی چھائی ہے
سردی کی شدت کہتی ہے
ان خوابوں کو ادھورا رہنے دیا جائے

ان راتوں میں جب بھی آنکھ کھلتی
تم ادھ کھلے موتیے کی خوشبو کی طرح
میرے ساتھ موجود ہوتیں
اس آبنائے ہوا میں،
دل ایک اڑیل، ضدی گھوڑے کی طرح
صبح کو روکنے کے تصور سے زور لگاتا

میں اپنی محبت کو اس طرح پاتا، جیسے
انگور کا بیج، زمین کی کوکھ میں بیٹھ کر
بڑا ہونے کی باتیں کرتا ہے

میں یہ سمجھتا، میرے سامنے کوئی چیز معدوم نہیں ہو سکتی
تاوقت کہ میں اسے رخصت نہ کر دوں
میرے نزدیک نفرت اور قتل کا مطلب یکساں تھا

[illegible] مجھے [illegible] کا خوف تھا نہ کسی طوفان کا
زمین کی کوکھ، جڑ کو زندہ و گرم رکھتی ہے
مگر وقت کی دھول تو زبردستی آن اترتی ہے

## بدن کا گھر

آسمان کی چھت کا سہارا لئے
گہری سوچ میں ڈوبا
کسی انجان محبوب کے خواب میں گم
یوں لگتا ہے، جیسے میں جھوٹ بولتا ہوں
یا پھر خواہش مر چکی ہے

میں اپنے بازو اور ٹانگیں پھیلائے
ان کو پوری آزادی دیتا ہوں
یہاں کوئی نہیں ___ میرا یقین کرو
اکیلا ہونا۔ اب اکیلے پن سے
کہیں دور رہ گیا ہے

جلد ہی ایک رنج لوٹ آیا ہے
گویا اس کی خاص ضرورت آن پڑی ہے
یوں کہو، یہ ایک عمومی بھوک ہے
بدن، تمام جیسے ایک گھر ہو جس میں
بہت سے کمرے خالی ہیں

## باہر برستی بارش

میں بستر میں دراز،
دیکھتا ہوں تمہاری طرف کہ ابھی سوئی نہیں ہے
پھر بھی میں بے حس ہوں اس
بارش کی طرح جو دو بار برس چکی
بالکل اسی طرح جیسے تمہاری بلی
مرگئی تھی اور تم ایک اور لے آئی تھیں
تم نے اس کا بھی وہی نام رکھ لیا تھا
محبت کی ایسی موتیں تو
آئے دن کا قصہ ہیں،
یہ تو غم کا ایک رقص ہے
کون جیتا، کون ہارا،
میں وہ بات یاد کر کے مسکراتا ہوں جب
تم نے کہا تھا کہ یہ ہماری پہلی محبت ہے
ہم نے اس سے پہلے کبھی محبت نہیں کی
لیکن اب میں جھلاہٹ میں، وہ لفظ تلاش کرتا ہوں
جو میری موجودہ کیفیت کا اظہار بن سکے
باہر برستی بارش وہی پرانا رقص ہے

# جنگ

ہم سپاہیوں کے جسم بچا کر رکھتے ہیں،
سیلابوں میں ان کی ضرورت پڑتی ہے
یخ بستہ کاروں میں بیٹھے لوگوں نے
جوتوں پر جرابیں پہن رکھی ہیں
درخت بھی کوئی کاٹنے کی چیز ہے
ضرورت پڑے تو کئی سر کٹنے کو تیار ہیں،
جو جنگ تم نے گلیوں لڑی تھی
کتوں نے جیت لی ہے
سبز مینڈک کے ایک ہی کورس میں
فتح کے ترانے گا رہے ہیں،
گھوڑوں کو کھول دو، کوئی نیا ٹیکس نہیں لگایا گیا
جنوب کا رخ بند نہ ہونے پائے
سانس لینے کا ایک ہی راستہ بچا ہے
یہاں بیوی کے لباس میں
براق اور غلیظ کی تمیز رکھنا، تم پر واجب ہے
خیرہ کر دینے والی روشنی، بڑے پیمانے پر بھیج دی گئی ہے۔
سڑکیں، لاشوں سے پاک کر دی جائیں گی
باقی لوگ، اندھے ہو کر، غلامی کی زنجیر
پہن لیں گے

## ناہمواری

ہم سیدھی قطار میں بنے گھروں میں رہتے ہیں
یہاں کی ہر چیز سیدھی رکھی گئی ہے
سوائے راستے کی ناہمواری کے، جو پہاڑی
راستوں میں اونچے نیچے بل کھاتے ہیں،
پتہ نہیں یہ قدرت کی کس مصلحت کا مظاہرہ کرتے ہیں
میں درشت زبان آدمی ہوں
میرا دماغ گھوم چکا ہے اورالٹے سیدھے
سوال کرنے سے باز نہیں آتا
مجھے ڈوبتے سورج کی ترچھی کرنوں کا
راز سمجھ میں نہیں آتا
یہ الٹی سیدھی، پرانی کہاوتیں پسند نہیں
جو نجلک ہیں مصنوعی استدلال، سیدھا
بیان نہیں کرتیں
سب کچھ الجھا ہے، میرا سینہ خالی ہے
نہیں بیمار نہیں ہوں، لیکن میں اچھا نہیں ہوں
میرے خواب بس قیامت سے نزدیک تر ہیں
میری روح کچل دی گئی ہے اور زندگی کی رمق
کھٹی پڑ گئی ہے
میں خود کو بھی اب پسند نہیں کرتا
میری نگاہ پھر ایک چھوٹے مکان پر ٹکی ہے
مجھے لگتا ہے، میں پھر محبت میں گرفتار ہونے والا ہوں

## ٹھنڈا

مجھے ٹھنڈے مردوں سے ڈر لگتا ہے
حالانکہ اس نے مجھے بتایا تھا
لیکن وہ تو اس سے بھی ٹھنڈا تھا،
جتنا اس نے بتایا تھا،
جانتے ہو ایک مہینے میں چار مرتبہ
ایک عورت سردی سے کیسے مرتی ہے
اُس کی پیٹھ کاٹ دار ہے،
اُس کی پسلیاں چاقوؤں کی طرح ہیں
یہاں تک کہ اُس کی کہنیاں تیز
کاٹ سکتی ہیں،
اس کے منہ سے ٹھنڈک کی دھار بہتی ہے، جیسے
کاربن ڈائی آکسائیڈ کا بادل ہو
اس کی طاقت خالص خشک برف کی طرح ہے
جو دھویں میں بدل جاتی ہے
اس کا چہرہ، میرے چہرے پر ٹنگا رہتا ہے
جس طرح برف کی قاش جم گئی ہو
انہی دنوں میں، وہ ٹوٹ کر بکھرنے والا ہے
یا پھر پگھل کر، جلد مر جائے گا

## مہربانی

میں لوگوں کے درمیان
اس طرح زندہ رہنا چاہتا ہوں کہ وہ
مجھے چھاتی میں بھر کر رکھیں،
نرم بازوؤں میں تھام کر مجھ پر
بوسوں کی بارش کریں، اور
سارا ماحول بے یقینی اور خوف سے پاک ہو

میں ایک خوب صورت مسکراہٹ کے ساتھ،
ہنسنا چاہتا ہوں،
میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ بے فکری کے سوا
دنیا میں خدا کی عطا کردہ نعمت سے بڑی
کوئی مہربانی نہیں

## دو مرتبہ

دو مرتبہ میں نے مر کر دیکھ لیا،
اب سوچتا ہوں کہ یہ محض ایک جھانسہ ہی تھا،
تم نے کہا تھا کہ جب میں بچھڑ کر لوٹوں گا
تو تم مجھے ایک محبت سے بھرا دل دو گے
اتنا ہی کھرا، اتنا ہی سچا، جتنا کہ میرا ہے
تم ایسی دنیا کا ذکر کرتے رہے ہو
جہاں پیار کے ہیرے ہوں گے،
خزانے ہوں گے
انعام کے طور پر میری ان تک رسائی ہو گی
مجھے تمہارا محبت بھرا ہاتھ تھامنے کے لیے
کوئی جستجو یا محنت نہیں کرنی پڑے گی
ذرا مجھے اپنی آنکھوں میں دیکھنے دو

## بے اختیاری کا سفر

فضا میں، پرندوں کے، جلنے کی بو پھیلی تھی
دھوپ کا اختیار بڑھ گیا تھا
بھید کو آدمی کی شکل اختیار کرنے سے
سوائے شرمندگی کے کچھ حاصل نہیں ہوا
ساری کائنات ایک شطرنج کی طرح بچھی تھی
تیرتھ نہانا، اناج خیرات، سب کھیل تھا،
ایک پل کا زندہ بدن، اگلے پل سڑنے لگا
میرے خیالات بالکل ایسے ہی پڑے تھے
جیسے میں انہیں چھوڑ کر گیا تھا
میری عمر میں ہی کئی علاقے
عمر رسیدہ ہو گئے تھے،
میری بے اختیاری کے سفر سے تجھے کیا ملا
تیری نادر کتاب تو خالی پڑی ہے۔

## نامکمل دائرہ

نامکمل دائروں میں، ایک دائرہ،
اس لڑکی کا بھی ہے،
جس کی سنی سنائی باتیں
آسیب بن کر، اس کا پیچھا نہیں چھوڑتیں
سفید رنگ کے جذبے، سفید چادروں میں بدل گئے ہیں
قطرہ قطرہ چبھتی رات، پاؤں پسارے بیٹھی ہے
راہداری کے موڑ پر، یتیمی کا بورڈ لگا ہے
عمارت پر بیماری کے آسیب کا قبضہ ہے،
اعصاب سے تھکن، نکل بھاگے بھی تو
فرش کی پھسلن اسے دور نہیں جانے دیتی
وجود سے لپٹی، خوفزدہ راتیں
بے اثر تصویروں کا شاخسانہ ہیں،
کھینچنے والے نے نامکمل دائرہ،
ربڑ سے بنایا ہے۔

## ناقص چقماق

مجھے ان عورتوں میں کوئی دلچسپی نہیں
جن کی چھاتیاں پہاڑی نمک کی خوشبو میں
بسی ہوتی ہیں،
ان تمام بیویوں کی طرح، جیسی
سب کی ہوتی ہیں
ان کے پاس ناقص چقماق ہوتے ہیں،
جس سے وہ آدھی آگ جلا پاتی ہیں
مجھے پرواہ نہیں۔ وہ کس طرح دوسرں کو
بچہ اور خاوند ہوتے ہوئے لبھاتی ہیں
ان سے ویکیوم کلینر کی طرح، بو سے
کشید کرتی ہیں

## جینے کا موقعہ

تمہاری کھوپڑی کو کھول کر
تمہارا دماغ ایک ہاتھ میں
جکڑ لیا گیا ہے،
تماری زبان درازیاں بھولی نہیں
ساری سازشیں جو اس میں پکتی رہیں
بھینچنے کی طاقت نے تمہاری
آنکھیں اندھی کر دی ہیں،
تمہارے جسم کو مار ڈالا ہے
تمہیں اپنے مرنے سے پہلے
پتہ تھا کہ تمہیں مار دیا جائے گا
ہر سرجن اتنا ایماندار نہیں ہوتا کہ
نفرت کی حدیں توڑ سکے،
تمہارا کچلا ہوا دماغ، تمہاری کھوپڑی میں
بند کر کے، ٹانکے لگا دیئے جائیں گے
شور مچے گا کہ ڈاکٹر نے محبت میں
شکست کے باوجود، مریض کو
دوبارہ جینے کا بھرپور موقعہ دیا۔

## چاند سے لایا گیا پتھر

میرا ذہن تم سے نفرت کی آگ میں
جل رہا ہے،
مجھے لگتا ہے کہ میں ایک ایسا میدان ہوں
جس میں جن پھر گئے ہوں،
ہر چیز، اجڑ، بکھر گئی ہے،
وعدوں جیسی کوئی چیز بچ نہیں پائی
ایک کالی موت چھائی ہے مگر
زندگی کی آخری رمق میں،
ایک دائمی محبت راکھ میں دبی ہے،
بالکل اس کالے پتھر کی طرح جو
چاند سے لایا گیا تھا،
اب اس پتھر کو توڑنے پر کون راضی ہوگا۔

## ملاپ

جنسی ملاپ کے بعد لڑکی نے
چادر کو اوپر، آنکھوں پر کھینچ لیا تھا
قمیض کے بٹن بند کرتے ہوئے، شائد
وہ شرم اور پچھتاوے میں مبتلا تھا
انہوں نے جانتے بوجھتے اپنے بدنوں کا
مظاہرہ کیا تھا، اور اب انہیں،
سمیٹنے کی تگ و دو میں لگے تھے،
ندامت کی کوئی لہر،
ان کے چہروں پرنہیں تھی
اس قدر غلیظ انجام کے بعد، وہ
دوبارہ اکٹھے ہو گئے تھے
پھر سے ملنے کا وعدہ کرتے،
تھوڑا مسکراتے
شرما کر ایک دوسرے کا ہاتھ
تھامتے ہوئے میں نے سوچا،
کیا یہ محبت تھی

## سفر جاری ہے

شعلے شکنیں بن کر میری
راکھ پر بیٹھ گئے ہیں
آگ کی جبلت کا آدرش
ناکافی مسیحائی، اعصابی مصائب
جنسی الجھاؤ، عاجز کرتے ہیں
جنون و وحشت کا تخلیقی عمل
پراسرار منتر وجود میں لاتے ہیں،
اعصاب گزیدہ، منفی میلانات کا پرچار ہیں
تالا زدہ ہونٹوں پر سوچ کی اکڑی لہریں ہیں،
میرے پیکر نے پاؤں،
گارے کے بغیر بنائے گئے
یہ پاؤں میں نے آخری عمر کے لیے
بچا رکھے ہیں
زندگی کا تماشا نا آسودہ خواہشیں ہیں
فرد ختم، مگر سفر جاری ہے

## زندگی تو ایک دھاگہ ہے

محبتیں تو نازک اور شیشے کی طرح ہوتی ہیں
نحیف بدن، ایک معمولی درد سہہ نہیں سکتے
آغاز ہوتے ہیں کسی مہلک بیماری کا

موت ہر سڑک پر کھڑی ہے، ہر کار میں
کچھ راتیں جسم کی چمڑیوں میں
آنے والے خوف کی بُنت کرتی ہیں
جن کا ترجمہ، دماغوں میں کیا جاتا ہے
رنج کے بھاری پتھر

ہم کچھ ادھورے ہیں،
خوف میں جکڑے ہوئے
اپنی محبتوں میں خودغرض
ذات کے حوالے قائم کرتے ہیں
زندگی تو ایک دھاگہ ہے جس کی
تصویر کھینچنے سے پہلے
موت اسے توڑ دیتی ہے

## گیدڑ سنگھی

پہاڑی کھلی پڑی ہے،
نیولا ایک رسی سے بندھا ہے،
ایک طرف سانپ کا تازہ لاشہ پڑا ہے
جوگی کی آنکھیں، لال لال ہیں،
ہاتھ میں، ایک ڈبیا ہے، جس میں،
گیدڑ سنگھی
ہے
سنیاسی اردو، سندھی، انگریزی، جاپانی اور
چینی زبانیں بول سکتا ہے
گیدڑ سنگھی خریدنے والے پر،
ہزاروں رحمتیں ہوں گی۔
نہ خریدنے والے پر بے شمار لعنت

## کنگال آدمی

صبح کی دھوپ، پکی فصل کی طرح
پھیل گئی،
بہتر ہے، دنیا کی آبادی، بہت کم ہو جائے
آدمیوں سے زیادہ ہمیں،
چڑیاں، پرندے اور پودوں کی ضرورت ہے
میرے چاروں طرف، ہرنوں کے کھروں کی
آوازیں ہو رہی ہیں،

میری جیب میں سگریٹ نہیں ہے
بھکاری کی طرح کنگال آدمی
ایک اجنبی سے چہرہ کو دیکھ کر
چارفٹ چوڑی دوکان کے آئینے میں
ان گنت سر اور چہروں کے ٹکڑے
دیکھ رہا ہے
اس بھیڑ میں، ایک جانا پہچانا
چہرہ دیکھ کر گھبرا رہا ہے

میرے ہاتھ نے
آخری روپیہ بڑھا کر
سگریٹ مانگنا چاہا تو،
وہ وہیں رک گیا

## بھک منگا

ایک بھک منگا شخص، کہتا ہے
میں بہت کچھ کر سکتا ہوں
مگر میں بھاگ جانا چاہتا ہوں
کبھی نہ لوٹ کر آنے کے لیے
وہ حرام زادی بدصورت بیوی اور
حرامی بڈھا، کہتا ہے
رومان عمر سے آزاد ہے،
ابھی میری عمر نہیں ڈھلی
میرے اندر ہرن کودتے ہیں
لمبی کالی ریل، پٹڑی پر دوڑتی ہے
شی ازان لو
میں ابکائی کے سنے فرش پر کھڑا،
گالیاں بکتا ہوں،

## جعلی سانس

میرے اندر دو چیزیں زندہ ہیں۔
ایک چمکتا سورج، دوسرے اندھیری قبر
میرے بازو، میری باریک ہڈیوں کے گرد
سانپ کی طرح لپٹے ہیں،
میری کھڑکی سے ڈھولک کی آواز آتی ہے
میری قبر کے تکیے پر آن کر،
ساکت، معلق ہو جاتی ہے
مٹی کی گہرائی میں، جہاں پہنچ کر
کھدائی دشوار ہو جاتی ہے
میں لیٹ کر، ہاتھ باندھے
مزید مر جانے کی دعا کرتا ہوں
جگانے والا سورج، مجھے چیخوں میں
جتلا کرتا ہے،
زندگی، موت اور پھر زندگی کا قصہ
اسفنج کی دیوار یا ایک دلدلی دریا ہے،
نہیں ہے
بڑے جھینگروں کو بلاؤ جو
فرشتوں کے بادشاہ کا نغمہ سنائیں
آواز کے بغیر کوئی بھی طلوع
روح پر کاری زخم ہوتا ہے
خواہشیں، سمندری کناروں پر

## ہزار سال کی مشقت

میرے ہاتھ کانپتے ہیں
میں نے اندازے سے
سوئی میں دھاگہ ڈالا ہے
تمہاری قمیض کا بٹن ٹانکنے میں
ہزار سال کی مشقت گزری ہے
سوئی بے چاری کیا کرتی،
دھاگہ ہی کچا تھا

شکار کی گئی مچھلیوں کی طرح تھیں
دنیا کے لبوں سے آخری بات
جو میرے کانوں نے سنی
یہ تھی کہ ریت کھسکتی جاتی ہے

## تم

خاموشی نے، ہر شے کو،
اپنے بازوؤں میں جکڑ رکھا ہے ،
ہر شے کی سانس ٹھہر گئی ہے
ایک گھڑی کی ٹک ٹک کے سوا،
جیسے کوئی جھینگر، کسی انجانے جال میں،
پھنس گیا ہو،
قالین پر ہر طرف
کتابیں بکھری پڑی ہیں
تم تو شائد کہیں دور نیند میں گم ہو
مگر ایک عورت تمہیں اوڑھے
میرے پہلو میں چپکے چپکے روتی ہے
لیکن تم جاگنے والی ہرگز نہیں ہو

## اوپر جاتا پاؤں

سیڑھیاں چڑھتے، اسے لگا کہ اس کا جسم
اس سے الگ ہو گیا ہے،
اس کا پاؤں، اس کو چھوڑ کر اوپر جا رہا تھا
گلی میں دو سپاہی ایک زخمی کتے کے آگے چل رہے تھے
ان کے بوٹوں کی چرمراہٹ سے، لگتا تھا کہیں
پریڈ چل رہی ہے،
صبح خریدے گئے، پیکٹ کے آخری سگریٹ کو
جلاتے ہوئے، اس نے تیلی کی کرکی آواز بھی سنی تھی
اس کے دماغ میں، گندا پانی، ابلنے لگا تھا
آج میں نے ایک آدمی کو مار ڈالا
اس نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے سوچا

## کیوں؟

وہ جانتی ہے کہ اس کے بچوں کا باپ
مر چکا ہے
اسے اختیار ہوتا تو وہ اتنی کم عمر
پانے والے آدمی کا انتخاب ہرگز نہ کرتی
اب اسے شوہر کے کوٹ سے
بچوں کی جیکٹیں تیار کرنا ہوں گی
پتلونوں کو چھوٹے، پاجاموں میں بدلنا ہوگا
ان کی جیبوں سے، بہت سی چیزیں
برآمد ہوں گی، کچھ رومال
چابیاں اور تھوڑی سی ریزگاری
جن پر تمباکو کے ذرّوں کا قبضہ ہوگا
رونی کو سکے ملیں گے تاکہ وہ انہیں
سکول بنک میں رکھ سکے
چابیوں کا گچھا، رینی کے حصے میں آئے گا
جن کو وہ سارے گھر میں بجاتی پھرے گی
زندگی کے سفر کو تو جاری رہنا ہے
چلے جانے والے کو ہر روز بھلانا ہوگا
اگرچہ اچھے آدمی، مر جاتے ہیں
رینی تم اپنا ناشتہ کرو اور رونی
تم اپنی دوائی لے لو
زندگی کا سفر تو جاری رہنا ہے
وہ نہیں جانتی ___ کیوں؟

(ترجمہ)

## خون کی غلاظت

پہنے گئے گوشت کی سڑاند پھیلی ہے
صوفیانہ عریانی، دیوار پر لٹکی ہے
مضبوط اور مطمئن لوگوں کو
اس شیرینی کی تلاش رہتی ہے
جوان کی ہڈیوں سے چپکی رہے
موجود کے اندر دو وجود ہیں
خون اپنی غلاظت دھو کر
پھر رگوں میں اتر جاتا ہے

## Overflow

مجھے ہرگز پتہ نہیں چلا کہ ساری فالتو باتیں
جن کو یاد رکھنا ضروری نہیں،
ان نالیوں میں بھر رہا ہوں، جو دماغ کو جاتی ہیں۔

ایک دن تو یہ، ہونے ہی والا تھا کہ
برتن سوچوں سے بھر جائے گا،
کناروں سے چربی کی صورت بہہ نکلے گا۔
میں نے برین سرجن سے کہا کہ وہ
میری کھوپڑی میں ڈرل کر کے
ان یادداشتوں کو چن چن کر نکال دے
جو بے معنی ہیں، سانپ بن کر
ذہن میں کلبلاتی ہیں،

میں نے یورالوجسٹ سے بھی
درخواست کی کہ میرے گردوں سے
چبھنے والی، کرسٹلائن پتھریاں نکال دے
جو دماغ سے بہہ کر، گردوں میں جم گئی ہیں
ان کی درد مجھے، ساری رات سونے نہیں دیتی

پچھلی رات میں نے ایک سائیکالوجسٹ سے پوچھا
ذہن کا مآل جب انتشار میں بدل جاتا ہے

## گھنے جسم میں ملاقات...

یادیں کرچیاں بن کر، شعور اور لاشعور کے درمیان
جگہیں بنا لیتی ہیں،
فرائڈ کی تھیوریاں لاگو ہو کر،
جنسی طور پر ناکارہ بنا دیتی ہیں
ان سے چھٹکارا پانے کا طریقہ کیا ہے
کہا
جب دماغ اپنا بوجھ اتار کر
بدن کو بھیجنے لگے تو اس کی موت واقع ہو جاتی ہے
مرے ہوئے آدمی کو بھولنا نہیں چاہیے

## مہمان

شمال سے اٹھنے والی آندھی نے
میری آنکھیں مٹی سے بھر دیں
گرم لو میں شامل خوفناک شور
درخت توڑتا، چلا آرہا تھا،
میں جانتا تھا، چند لمحوں میں سارا کمرہ
گرد سے بھر جائے گا،
ایک عرصہ سے میرے یہاں کوئی
مہمان نہیں آیا،
میں نے سوچا، دروازے کھڑکیاں
کھلی بھی رہیں تو کیا حرج ہے

## کنجی

خزاں زدہ زمین نے زرد رنگت،
اوڑھ لی ہے،
اس پر سب سے چھوٹے ذروں کی
تہہ بچھا دی گئی ہے
وحشی میناروں پر کھڑے لوگ
اس بنجر تختہ سیاہ پر، پھر آبادیاں لکھنا چاہتے ہیں
مردہ زمین میں، جان ڈالنا چاہتے ہیں
مگر انہیں، اس بار، زمین کی
کنجی کون دینے والا ہے،

## ایک کھنڈر آباد ہے

اب تو وہاں ایک کھنڈر آباد ہے
جہاں درختوں سے لپٹ کر ہم نے
سبز پتوں پر معطر عبارتیں لکھیں
نہر کنارے بیٹھ کر، گیتوں کی زبان میں
بیت بازی کی
جینے کا دستور جواں تھا
آٹھ آنے کا ہاف سیٹ، تین کپ چائے
ہم نے اس کا نام ہی ہاف سیٹ رکھ دیا تھا
موسم بہت سے رنگوں کے دروازے کھول دیتا تھا
نہر کنارے کی فاختائیں، بگلے دکھائی پڑتی تھیں
پندرہ فٹ کی چوڑائی میں کشتیاں،
ہم بہاؤ کے رخ چلاتے تھے
صبیحہ، سنتوش، اسلم پرویز کی شوخیاں
سڑک پر تانگے کی، منظرکشی فلماتیں اور ہم
بے اعتنائی غیر دلچسپی کا اظہار کرتے،
جیسے ہم تو پیدا ہی سٹوڈیو میں ہوئے تھے،
ہمارے باپ دادا ایکٹر تھے،
اب وہاں عمارتوں کا اس قدر رش ہے
مگر اُن چہروں کے بغیر
مجھے لگا وہاں ایک کھنڈ آباد ہو گیا ہے۔

## سفر

ساگ، روٹی، لسی کا گلاس
چارپائی پر دھرا ہے
سوج کی کنی، گلیوں میں،
ٹریکٹر، زندہ کر دیتی ہے
گلیوں کے کتے، ناراض ہو کر
دور تک ساتھ دوڑتے ہیں،

پیڑوں کے سائے بڑھنے پر
کمر کا درد بڑھ جاتا ہے،
ڈھلتی دھوپ میں،
جھینگروں کی آوازوں کے سوا
کوئی بھی نہیں

ٹھنڈے درخت سے، بادل نخواستہ
دھوپ میں آنے والا خواب
تڑخنے کے لیے، باہر نکل آیا
جھلسا دینے والی گرمی میں، پگھلتے جسم کے ساتھ
سوکھے بادلوں میں انگلیاں پھیرتا یوسف
ہڑبڑایا، بوکھلایا پھرتا ہے

سور کا پتر، خمیدہ ٹانگوں کے ساتھ
کھڑکی میں کھڑا ہنستا ہے،

## مہمان دیوتا

تنخواہ دار کی زندگی اور موت کا تخمینہ
تیس دن کا ہے،
ان میں پانچ دن انسانی اور باقی
پچیس وینٹی لیٹر پر گزرتے ہیں،
اسلام زندہ ہو جاتا ہے اس کربلا کے بعد

اجالے اور تاریکی کے درمیان جنگ لڑتے
چولھے کا دیوتا
شکار کے چیتھڑے جلا دیتا ہے
جلنے کی مہک، دروازے توڑ کر
ساتھ کی دیوار، کود جاتی ہے،

گھر کا مہمان دیوتا، دلدل میں ادھر ادھر
بھاگتا پھرتا ہے
خود کو کتوں سے بچا کے، چھاپہ مار جنگ
لڑتا ہے
اس کے چھپنے کی جگہ، پلنگ کے نیچے تیرتی سیلن ہے

اس کے بچے نہیں پڑھتے تو اس میں
بچوں کا قصور ہے
اس کی لڑکیاں گھروں سے نکل جاتی ہیں
سہیلیوں کے گفٹ پر بھروسہ کرتی ہیں
تو اسے خود کو دھوکا دے کر، چپ رہنا چاہیے

## ایک نسل کا کفن

سورج نکل آیا ہے،
اسے چھ ماہ زندہ رہنا ہے
بدنوں اور پرندوں کے پر جلانے ہیں
سبز مینڈکوں کو خشکی پر
گھسیٹ گھسیٹ کر مارنا ہے

سادہ لوگ، آسمان کو تکتے ہیں
لکڑی کے جل کر کوئلہ بننے کی آرزو کرتے ہیں،
ٹیلی فون بوتھ پر ٹیکس ادا کرتے ہیں،
اپنے گھوڑوں کو باندھ کر رکھتے ہیں
کتوں کی داڑھیاں نکل آئی ہیں،

گدھوں کی نسل بڑھانے کے،
اعلانات ہو چکے ہیں،
گھاس کے جھینگروں کی آواز تیز کر دی گئی ہے
شمال سے آنے والی ہوائیں
امید بھی نہیں، کوئی بادل بھی نہیں

فیکٹریوں کے معاشی پہلوؤں کا خیال رکھنا
مزدوروں کے سپرد کر دیا گیا ہے
مشین اور بجلی زیادہ پروڈکشن دیتی ہیں،
عددی قوت اپنی موت، آپ مر گئی ہے
بڑے دانتوں والے، خالی پیٹوں کو فارغ کر دو

منطقی روحیں، اتفاقاً جھوم اٹھتی ہیں،
سانپ آبی پرندوں پر حملہ آور ہوتے ہیں،
چھپکلیوں کا انحصار، ہڈیوں پر ہے
بارش کے پانی سے کھڈے بھرنے کے لیے
کچی پکی نالیاں بنانی پڑیں گی

شوہروں، بیویوں کے درمیان، پلید لباس
قدرِ مشترک ہے
دونوں چالبازی کی مسکراہٹ پہن کر پھرتے ہیں،
عدم توجہ کے باعث، اکثر جھوٹ بولتے ہیں،
آخر میں آدھا آدھا مکان لے اڑیں گے

## کہولت کے آثار

مکان، درخت اور پہاڑ آزردہ ہیں، مگر
سب لوگ، اس کے مٹی میں ملتے ہی،
بھول جائیں گے،
ساکت جسم دھرتی پر بوجھ ہے
اگر تم چاہتے ہو، حشرات الارض اسے
تمہارے سامنے نہ نوچیں تو
مٹی اس کا پردہ رکھ سکتی ہے،
تم اپنے ہاں، گورستان کے لیے کوئی
ملکیت مجھے دو، تا کہ میں اپنے مردہ کو
اپنی ساقط آنکھ کے سامنے سے ہٹا کر
دفن کر سکوں
لاش پر مٹی پڑتے ہی، فطرت
اس کی شکست پر مسکرائے گی
مکان، پہاڑ اور درخت، قہقہے لگائیں گے
زمانے بیت جاتے ہیں،
تمہارے چہرے پر کہولت کے آثار نمایاں ہوتے ہیں
تم جان جاتے ہو، مکان، درخت، پہاڑ، لوگ
بہروپ ہیں،
کہانیاں وقت کے پروں پر سوار
ڈوبتی ابھرتی رہتی ہیں،
کردار مٹی تلاش کرتے ہیں۔

## تاج

جاتے سمے وہ پری زاد
اوپر کی جانب اڑی تھی
اس کے قدموں کی دھول کا تاج
میرے سر پر سجا ہے،
روشنی گم ہے

## ریت پر لکھی کہانی

میرا سایہ، میری جھولی میں، سر نہوڑائے
دبک کر بیٹھا ہے
سننے والا ہو تو، اداسیوں کے بھی،
راگ ہوتے ہیں،
نارسا زمینوں کا مسافر ____ کوا
تھک کر میرے کاندھے پر بیٹھ گیا،
کہتا ہے، ریت پر لکھ، ایک نا معلوم حرف
میں ناخنوں کی درزوں سے لفظ،
چھیل کر نکالتا ہوں،
ہزار داستان مجھ سے سننی ہو تو
سب کچھ چھوڑ کر،
لپٹ کر، میرے ساتھ، لیٹ جا
اگر میرے ساتھ تو اتنے برس جی سکا
تو ریت پر لکھے لفظ، چٹانوں پر کندہ
تصویریں بن کر ابھریں گے،
چیڑ کے جنگل، مہک اٹھیں گے
مگر کہانی سے پہلے،
گمنامی کی رت میں رخساروں پر
اک پھول اگا ہے

## اجڑی بستیاں

میں تشنہ لبی، بے نوائی کے
سر بریدہ لاشے، کاندھوں پر لادے پھرتا ہوں
سکوں پر کھدی، تصویریں
میری آرزوؤں کا بدل نہیں بن سکتیں
میں برسوں اپنی سولی گھسیٹتے
بازاروں، گلیوں، کوچوں میں پھرا ہوں
اب تو میری بینائی کے [illegible]سوں کے
نمبر بھی ختم ہو گئے ہیں اور تو کہتا ہے
میں نے تجھے سرفراز کیا،
میرے خوابوں کو، مہربانی فرما کر،
آتش دانوں میں رکھ دے، اس خوشبو کو
میرے بدن سے جدا کر، مجھے پتہ ہے
ایک بار ویران کر دینے کے بعد تو
اجڑی بستیوں کو پھر سے آباد نہیں کرتا
بس رہنے دے، بس رہنے دے،

## اختیار

کیا کمہار کو مٹی پر اختیار ہے کہ

ایک ہی لونڈے سے

ایک برتن عزت کے لیے بنائے

دوسرا ذلت کے لیے

یہ برتن اختیار سے خالی ہیں

صرف کھڑکتے ہیں

زمین کے برتن، جو ریت کے ذروں کے

برابر ہیں، تھوڑے ہی بچیں گے

ہم خوشخبریوں پر دھیان لگائے بیٹھے ہیں

سنا ہے ہمارے قدم خوشنما ہیں،

جچتی برتن، برگزیدہ ہیں

ان کے دستر خوان

ان کے لیے جال اور پھندا ہیں۔

جب نذر کا پہلا پیڑا گوندھا جائے گا

بعض روٹیاں توڑ ڈالی جائیں گی

انہیں لذت سے پیوند کیا جائے گا

کچھ دلیلیں بے نشان ہیں اور کئی

فیصلے ادراک سے پرے

## ہوا کا شور

ہوا سے کہو

شور نہ مچائے

جب یہ درختوں سے

گزرتی ہے

سائیں سائیں کرتی ہے

میرے کانوں پر یہ شور

گراں گزرتا ہے

## ازموں کا طلسم

وہ روٹی، جسے تم توڑتے ہو،
میرے بدن کی شراکت ہے،
ہم جو بہت ہیں ایک ہی بدن ہیں
قصابوں کی دکانوں پر بکتا گوشت
قربانی کا نہیں ہوتا
جب عورت مرد کے لیے پیدا ہوئی تو اپنے سر پر
محکوم ہونے کی علامت سے کیوں گریزاں ہے
وہ جانتی ہے مرد بھی عورت کے وسیلہ سے ہے
جو روٹی پیدا کرتا ہے
میں روٹی کو شکر کر کے توڑتا ہوں
جانتا ہوں کہ یہ میرا بدن ہے،
روٹی بانٹنے کے عمل میں جو،
کمزور ہیں، بیمار ہیں، سو گئے ہیں،
ایک ہی بدن کا حصہ ہیں، اس کے
بہت سے اعضا، باہم مل کر
بدن کہلاتے ہیں جو ایک ہی روح سے پیدا کیا گیا
بدن تو اس طرح مرکب ہے کہ جو عضو محتاج ہے
اس کو زیادہ عزت دی جائے تا کہ
بدن میں تفرقہ نہ پڑے
بدن کو سمجھ لینے میں، ازموں کے طلسم کھلتے ہیں

## پرُکار میں جوتا نقطہ

اب ہوائیں ہی، موسموں کی مخبر تھیں
ان کے مزاج سے میری دوستی ہوگئی تھی
ہمارا رابطہ اس کھڑکی کے سبب جڑا تھا
جو سانس لینے کو چھوڑ دی گئی تھی،
رات اترنے کے بعد زندگی کو کھوجنا پڑتا تھا
ٹھنڈ میں سینے کو دبا کر بیٹھنا
پھیپھڑوں میں رکتی سانس کو،
پسلیاں دبا کر، جاری رکھنا پڑتا
کبھی کبھار کسی گرجا گھر سے، ایک کورس
گائے جانے کی آواز آتی تھی
یہ موسیقیت، میرے ذہن کو
اس کمرے کی فضا سے نکال کر لے جاتی
جہاں مجھے گھوم کر واپس آنا ہوتا تھا،

## شکوہ

جب میں کہتا ہوں کہ میرا بستر
مجھے آرام پہنچائے گا،
میرے غموں کو ہلکا کر دے گا
تو تو خوابوں میں مجھے ڈراتا ہے
ان رویتوں سے سہم کر
میری ہڈیاں، موت مانگتی ہیں
میں اپنا منہ بند نہیں رکھ سکتا
میری روح میں تلخی بسی ہے،
مجھے اپنی جان سے نفرت ہو چکی
میں ہمیشہ زندہ رہنا نہیں چاہتا
کوئی انسان، کسی بھی عمل سے گزر کر
خود کو سرفراز نہیں کر سکتا
کب تک میرے منہ سے،
آندھی جیسی باتیں سنے گا
تو تو مجھ سے نگاہ ہٹانے پر آمادہ نہیں،
اتنی دیر بھی نہیں کہ میں اپنا تھوک نگل سکوں،
تو نے مجھے اپنا نشانہ بنا رکھا ہے
میرا چھوٹا سے آغاز، بہت برے
انجام سے دوچار ہوا ہے،
میرا گناہ معاف کر اور مجھے،
مٹی میں سونے دے

## بے چارہ تنہا

اس نگر میں تو گہری خاموشی ہے
سناٹا ہے
وہ بھی شائد اکیلا ہے،
کوئی بنجارہ ہے،
عکس میں بیٹھا، ادھورا ہے،
دوستوں کی کمی ہوگی، لیکن
خفا ہے شائد
ممکن ہے، وہ میری طرح نہ ہو
مگر مجھ جیسا لگتا ضرور ہے
عکس کو جوڑنا، ایجاد نہیں ہوا
مجھے دور سے ایک چیخ سنائی دیتی ہے
وہ مدد کو پکار رہا ہے شائد
وہ ضرور اداس ہو گیا ہے
مجھے اس کے پاس جانا چاہیے،

## بیشتر

ڈاکوؤں کے ڈیرے، سلامت ہیں،
حقارت ان کے لیے ہے، جن کے پاؤں پھسلے ہیں
بڈھوں کو سمجھ نہیں آتی، دراز عمروں میں دانائی نہیں
وہ اپنا گوشت چبا نہیں سکتے، نہ ہی اپنی جان
ہتھیلی پر رکھ سکتے ہیں،
وہ فصیل ضرور ہیں مگر مٹی کی،
آدمی جو ایک بار بند کر دیا جائے
دوبارہ نہیں کھلتا
سوکھے ڈنٹھلوں کے پیچھے پھرنے والے
صرف تلخ باتیں کر سکتے ہیں،
وہ سڑی ہوئی چیزیں ہیں، جو فنا ہو چکیں
یا پھر وہ کپڑے ہیں۔ جنہیں کیڑوں نے کھا لیا ہے
وہ اپنے اعمال، ہاتھ میں پکڑے،
شاہراؤں پر ٹھہرے ہیں، ان کے دن
ٹھہرے ہوئے ہیں اور مہینوں کی تعداد مقرر ہے،
درخت سے تو امید ہوتی ہے کہ کاٹ ڈالا جائے
تو پھر پھوٹ نکلے گا، لیکن یہ ہیجڑے
جن کی نسل پچھلے ساٹھ سال پر محیط ہے،
پیشتر بربادیوں کی داستان لکھتے رہے،
ان کو، جب تک آسمان ٹل نہ جائے،
بیدار نہ ہونے دینا،

## ہراساں آدمی کا نوحہ

تیری ڈراؤنی باتیں مجھے ہراساں رکھتی ہیں،
تجھے، مجھ سے، جھگڑنا کیوں، اچھا لگتا ہے،
مجھے لگتا ہے تیری آنکھیں گوشت کی ہیں،
جو میری بدکاریاں اور گناہ جمع کرتی ہیں،
میرے خلاف نئے نئے گواہ جمع کرتی ہیں
تو نے بہت سی باتیں اپنے دل میں چھپا رکھی ہیں
تو کیوں، عجیب عجیب صورتوں میں،
مجھ پر ظاہر ہوتا ہے
کیا تجھے معلوم نہیں کہ بیہودہ آدمی،
سمجھ سے خالی ہوتا ہے،
فریب دینے والا اور فریب کھانے والا
ایک ہی ترازو میں کیوں نہ رکھے جائیں،
میں برف سے اپنے ہاتھ دھو لوں
اپنے ہاتھ کتنے ہی صاف کر لوں،
تو مگر مجھے کھائی میں غوطہ دے گا،
کاش میں ایسا ہوتا کہ گویا تھا ہی نہیں،
بہتر ہے، مجھ کو ڈھا دے اور پھر نہ بنانا

## التجا

یہ تھوڑے سے، دکھ سے بھرے دن ہیں،
سائے کی طرح اڑ جائیں گے
میں تو مزدور ہوں، دیہاڑی کر کے چلا جاؤں گا
مر گیا تو دوبارہ جینے والا نہیں
میرے گناہ سی دیئے گئے ہیں،
تھیلی کا منہ بند کر دیا گیا ہے
میرا گوشت جو میرے اوپر ہے
دکھی ہے، جان اندر غم کھاتی ہے
ڈراؤنی آوازیں، میرے اندر گونجتی ہیں
آنے والے اندھیرے سے نکلنا محال ہوگا
میری لاغری کے سامنے، میرے خلاف
گواہیاں نہ دو، مجھ پر دانت نہ پیسو
آؤ، میری گردن پکڑو اور پٹخ کر
ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو،
زخم پر زخم لگا کر، خستہ کر ڈالو،
میرا منہ روتے روتے سوج گیا ہے
میرے پاؤں کے گرد خط کھینچ دو،
ان میں کاٹھ ٹھونک دو،
بس اے زمین، تجھ سے میری التجا ہے
میرے خون کو نہ ڈھانکنا

## طلوع

کئی بوڑھوں اور نوجوانوں کی لاشیں
آزاد کر دی گئیں ہیں۔
ہر ایک کی کلائی پر جنت دوزخ کا
ٹیگ لگا ہے
کئی روحیں، آنسوؤں سے نشان زدہ کی گئی ہیں
مردہ دلہنوں کو، وقت سے پہلے،
اطلاع دیدی گئی تھی،
کیکروں کی شاخوں سے کئی لاشیں
الٹی لٹکی ہیں جنہیں،
ابھی حساب کی سولی پر چڑھنا ہے
سامنے والے برگد نے، کئی مردے
اپنے پیٹ میں چھپا لیے ہیں،
گھاس کے پتوں پر۔ چیونٹیاں
شکار کو نکل پڑی ہیں،
ان کی آخری منزل روح کی تلاش ہے،
جنت کی روشنی، نمودار ہونے والی ہے
بہت جلد، اپنے پسندیدہ لوگوں سے
ہم آغوش ہوگی۔

## مجذوب

میرے سر پر ٹھنڈا پانی ڈال کر، میرا سر جلا دو،
اس اڑن طشتری کی ہر شے دھنک دو
میرے بارے میں لوگ، غلط افواہیں پھیلاتے رہے ہیں
حالانکہ میں حقیر تو ایک لایعنی مشقت میں ڈوبا رہا
مجھے لگتا تھا ہر شے ایک بھاری پتھر تلے دبی ہے،
ان حرامیوں کو کیا علم کہ علم فلکیات میں
کتنی پیش رفت ہو چکی ہے،
ان فلکیات کا پتھروں سے براہ راست سلسلہ جڑا ہے
میرے لوگ مجھے انتہائی شاطر یا پھر ۳۲۳
قبل مسیح، یونانی تہذیب کا کردار سمجھتے ہیں،
تفتیشی مجھ سے کائنات کے راز اگلوانے چاہتے ہیں
خواتین میرے پیچھے بیٹھ کر میرا مذاق اڑاتی ہیں،
میں نامساعد حالات سے نڈھال اور مضمحل ہوں
مایوسی اور نامرادی نے مجھے توڑ کر رکھ دیا ہے
مجھے یہ خوف دامن گیر ہے کہ اگر یہ تشدد جاری رہا تو
موزنبیق کے مشرقی ساحل کی طرف بڑھتے
یونانی دیوتا کو اس کا علم ہو جائے گا
اس سے پہلے میں واسکوڈے گاما کی نعش کا
بچا کھچا تصور، گوگول کی کہانی میں چھپا دینا چاہتا ہوں

## چاٹی کی لسی

گدھے، چوتھے پہر کے آغاز کا اعلان کرتے تھے،
مولوی کے جگانے سے پہلے، مرغ آن دھمکتا تھا،
لیکن اب مٹی پھرولنے، گوبر تھاپنے کو
کوئی نہیں جاگتا، مرغیاں دیر تک دڑبوں میں رہتی ہیں
بلٹویاں، گڑویاں، چھنے، مکھن کے پیڑے
سب ساگ مکئی کی طرح، عجائب خانوں میں رکھے ہیں،
کیکر اور کپاس کی چھٹریاں، چننے والی لڑکیاں
اندھیرے منہ جھاڑا پھرنے والے مرد
سوکھے موگوں کو کھولنے نہیں جاتے
چارپائیوں کی ادوائنیں، ٹالی پر پڑے جھولے
مکھن کے پیڑے تھپتھپاتی، چاچیاں
اچار کے مٹکوں میں تیل بڑھاتی، مامیاں
انگوٹھے کے زور پر دودھ کی بارش نچوڑتی، بھابیاں
مشین کے منہ میں ڈانڈے لگاتا، شامو
ٹوکے پر گرتی، چارے کی چوسنی ٹکڑیاں
اناج کی امس اور مُلا کی بک بک
سب معدوم ہے
آؤ بوہڑ گیٹ سے چاٹی کی لسی پینے چلیں

## جمالیات

بچہ جننے والی کنیز ہو یا جورو
اپنے انتخاب میں آزاد نہیں تھی،
اس کو خریدا، بدلا یا پھینکا جا سکتا ہے
محکوم کو تنہا رہنے کی بھی
آزادی نہیں ہے،
برتن کوئی شعر نہیں ہوتا جسے
چھو کر محسوس کیا جا سکے،
سارے رکھ رکھاؤ کے بعد بھی
آنچ دھیمی رہتی ہے جسے
منظر کشی کے کمال سے، وصف میں
لایا جاتا ہے،
بدنی حوالے، رشتوں کی زنجیر میں،
ہلکے پن کا شکار رہتے ہیں،
جمالیات کا تعلق کنیز یا جورو سے نہیں

## پردہ

دو بیریوں کے نیچے آرام کرتے سادھو
دو چکیوں کے پاٹ میں پھنسے ہیں،
سنیاس یوگ اور کرم یوگ دونوں
ایک دوسرے کے مخالف ہیں،
پھر بھی دونوں یوگوں سے
موکھش ملتی ہے
آنکھیں تو کھلتی اور بند ہوتی رہتی ہیں،
جسم سو جائے تو بھی جاگتا رہتا ہے
سورج کو اندھیرا دبا نہیں پاتا،
دن، ہفتے، مہینے،
وقت کا دائرہ گزرتا رہتا ہے،
شہر میں بکھری بھیڑ میں، سنیاس یوگ
یا پھر کرم یوگ
جس کا دل چاہے، تھوک دے
دروازے پر برائے نام کا پردہ
پھٹا ہوا، ٹاٹ کا، زندگی کی برہنگی کو
چھپانے میں قطعی ناکام

## انتظار

تین طرف کچی پکی اینٹوں کی
دیواریں بنا کر،
بغیر چھت کا کمرہ بنا دیا گیا ہے
یہاں مرادیں مانگنے والے
پکی پکائی دیگیں لے کر آتے ہیں
نمکین چاولوں کی دیگوں نے
بھک منگوں اور نشیوں کا
ٹھٹھ لگا دیا ہے
برابر میں چھپر تلے لگے
لال تربوز کھانے کی حسرت،
بچوں پر آسان نہیں،
دیوہیکل آدمی، اللہ کی گائے ہے
مار کھا کر بھی، اس کی آنکھوں میں
معصومیت بھری رہتی ہے
میں اس کے مرنے کا،
انتظار کر رہا ہوں،

## مسمار لوگ

ننگ دھڑنگ بچے، ہاتھوں میں
ٹین کنستر پکڑے، گلیوں میں پھرتے ہیں،
جب سے کونجوں نے، ڈاروں میں
اڑانیں بھرنا، چھوڑ دیا ہے،
لوگ اندر سے مسمار ہو گئے ہیں
دیوار کے سہارے کھڑی،
بے رنگ و بوسی زندگی
ان سے باہر گری پڑی ہے
سرطان لہو، لوگوں میں،
چڑیوں کی پریشانی ہے
ان کی آنکھوں کے استعاروں میں
میری آوارگی، رقص کرتی پھرتی ہے
کیچڑ میں لتھڑی روحوں کے خواب
گارے میں اوندھے پڑے ہیں
دریاؤں کا، سمندر سے فاصلہ
ان کی آنکھوں میں ٹھہر گیا ہے۔

## زیارت

خاموشی نے میرا قد گھٹا دیا ہے،
میں بے معنی اور چھوٹا ہو گیا ہوں،
اس کے بے تاثر چہرے پر
ایک تلخ سی طنز پھیلی ہے،
وہ کہتی ہے، تم مرے نہیں ہو،
پاگل ہو گئے ہو،
سارا زور پاگل پر ہے،
وہ وحشیانہ حد تک مغلوب ہے
بہتر ہے میں لڑنے کے لیے
وزیرستان چلا جاتا جہاں سے
میرے مرنے کی خبر آتی،
زیارت بنانے کے لیے مرنا تو پڑتا ہے
شدید صدمے کا عالم ہے،
ایسی صبح جہنم ہے، جس کا آغاز
دس بجے کے بعد ہوتا ہے،

## مجذوب

میرے سر پر ٹھنڈا پانی ڈال کر، میرا سر جلا دو،
اس اڑن طشتری کی ہر شے دھنک دو
میرے بارے میں لوگ، غلط افواہیں پھیلاتے رہے ہیں
حالانکہ میں حقیر تو ایک لایعنی مشقت میں ڈوبا رہا
مجھے لگتا تھا ہر شے ایک بھاری پتھر تلے دبی ہے،
ان حرامیوں کو کیا علم کہ علم فلکیات میں
کتنی پیش رفت ہو چکی ہے،
ان فلکیات کا پتھروں سے براہ راست سلسلہ جڑا ہے
میرے لوگ مجھے انتہائی شاطر یا پھر ۳۲۳
قبل مسیح، یونانی تہذیب کا کردار سمجھتے ہیں،
تفتیشی مجھ سے کائنات کے راز اگلوانے چاہتے ہیں
خواتین میرے پیچھے بیٹھ کر میرا مذاق اڑاتی ہیں،
میں نامساعد حالات سے نڈھال اور مضمحل ہوں
مایوسی اور نامرادی نے مجھے توڑ کر رکھ دیا ہے
مجھے یہ خوف دامن گیر ہے کہ اگر یہ تشدد جاری رہا تو
موزنبیق کے مشرقی ساحل کی طرف بڑھتے
یونانی دیوتا کو اس کا علم ہو جائے گا
اس سے پہلے میں واسکوڈے گاما کی نعش کا
بچا کھچا تصور، گوگول کی کہانی میں چھپا دینا چاہتا ہوں

## نوری جام تماچی کا مقبرہ

ایک دائرے میں دو قبریں ہیں یہاں
ہوا کے ساتھ خوشبو
کو بکو پھرتی ہے
جھیل سے ہمکلامی کا دائرہ
رنگین مسافت میں پھیل گیا ہے
انسان کی فضلیت
ویرانیوں کے سہرے باندھے پھرتی ہے
نرگس کی آنکھ میں حیرانیاں سسک رہی ہیں
دھواں دار بستیوں میں
سرخ، کالے، نیلے عدد پھیلے ہیں
درختوں کی شاخوں پر،
ہندسوں کا قبضہ ہے
جذبات کے دریچوں پر تالے پڑے ہیں
مقروض روحیں
موسموں کی تمازت جھیلتی ہیں
جسموں کی اڑانیں
اذانوں سے لکھنی پڑیں گی
یہ نوری جام تماچی کا مقبرہ ہے

## مسئلہ فیثا غورث

ہم آپس میں باتیں کر سکتے ہیں
ایملی میرا ایک پیغام لے کر
ژنگ کو پہنچانے نکلی تھی کہ راستے میں
اس کی موت ہوگئی
مگر اس نے اپنا سفر جاری رکھا
مجھے علم تھا کہ اس کی موت ہونے والی ہے
لیکن اس کا اظہار سائنسدانوں پر بھاری پڑتا
وہ بیک وقت کئی اشیاء کا
حسی ادراک حاصل کر لیتی تھی
اس کے اندر کی روح، ایک مستقل
غیر مادی جوہر تھا،
میں نے یہ بات ایملی کے ورود سے پہلے
اپنے قدیم مرشد سے سیکھی تھی جو
عارفی مت کا پیروکار تھا،
جب انسان میں، خدا کا وجود، حلول کر چکا
تو اس کے عقیدے کو آسودہ رکھنا ضروری ہے

## کون اکساتا ہے

یہ جو بلب تم نے میرے سر پر
جلا رکھا ہے، عتاب اٹھا رکھا ہے
میں اس ٹارچر سے تمہیں
خدائی راز بتانے والا نہیں
تم میری کھال بھی ادھیڑ دو گے تو
میری زبان نہ کھلوا پاؤ گے
چور تو میں جب ہوتا، اگر میں
اس کا مالک نہ ہوتا
اس نے تو ساری کائنات
میرے لیے تخلیق کی،
مجھ میں اپنی روح پھونکی
مجھے اپنا نائب بنا کر،
دنیا کی سلطنت بخشی
اس پر میرا تسلط قائم کر دیا،
اب ہر شے، جو اس نے پیدا کی،
میری ہے
تم پوچھتے ہو، مجھے کس نے اکسایا،
تم کیسے جان سکتے ہو کہ بڑا مالک ہی
اکساتا ہے۔

## چور رانیاں

دودھ کی طرح سفید گھوڑوں پر بیٹھی رانیاں،
شہر کے چوکوں سے، لڑکے اٹھا لے جاتی ہیں
بڑے پیٹ والے اور بہادرانہ کام کرنے والے
اب تاریخ کا حصہ ہیں،
گھروں کے اندر بھی خانہ جنگی جاری ہے
چنچلیے روگ اب من کو پریشان نہیں کرتے
قریبی رشتوں سے آتما زِل رہتی ہے
ایک دوسرے کو خوش کرنے سے،
پریم اور اتفاق پیدا ہوتا ہے،
دوسروں کو کھلائے بغیر کھانے والیاں
سب چور ہیں، تو بھی
برہم سے نکل اور شریر میں سما جا

## شناخت

تمہاری نظمیں، خیالات کا انتشار ہیں
تمہاری قابلیت، ہذیان کا شاخسانہ ہے
تم چھوٹی چھوٹی چیخوں کو، کتابوں سے جمع کر کے
ایک بڑی چیخ بنا دیتے ہو اور کہتے ہو
نثری نظم میں تمہاری ایک شناخت ہے
تم لڑکیوں کے بوسوں میں،
روحوں قبرستانوں کا ادغام کرتے ہو
تمہیں زندگی سے بدفعلی کا شوق ہے
تمہارے جسم میں، ہر وقت چیونٹیاں
کلبلاتی ہیں کہ ہماری نظروں میں تم
بے وزن نہیں ہو
تم ہماری جماعت کی پچھلی صف میں کھڑے ہو کر
ہم سے مختلف کیسے ہو گئے
تم، جولاہے کی طرح، اپنی نظم بنتے ہو
عبارتوں میں قالین بافی کرتے ہو
چاک پر بڑی کتاب بنانے کے خواہش مند ہو،
ایسا ہوا ہے کبھی۔

## سراب

کاریگروں نے طلسماتی نظارے قائم کیے ہیں
دروازوں میں دیوار کا دھوکا ہوتا ہے
خشک زمین، پانی سے لبریز نظر آتی ہے
ریت کی گھڑیوں والے شہر، دکھتے ہیں
اب ہمیں، ہتھیار سے کٹنے اور آگ میں
جلنے کا خوف نہیں رہا۔
سب اپنے دکھوں کو سکھ ماننے لگے ہیں
ہمارے سروں سے بادلوں کو جھکڑ چلا کر
منتشر کر دیا گیا ہے، مگر
مجھے اب بھی لوگوں پر مٹی پڑتے دیکھ کر
بہت رنج ہوتا ہے
اب میں ہیرا چاٹ کر اپنی جان دیتا ہوں

## خوشیاں

بڑھیا دھیرے دھیرے
سست پڑتی جارہی ہے
گھٹنوں کے درد نے اسے
بستر سے لگا دیا،
موتیے نے اس کی، آنکھیں چھین لیں
رعشہ اسے کوئی چیز پکڑنے نہیں دیتا
اب تو میری آواز بھی،
اس پر گم ہوگئی ہے،
چل چلاؤ کا دور ہے،
خوشیاں لوٹنے ہی والی ہیں

## وراثت

وہ دن میں بیس بار
ماچس کی تیلی جلا کر
اپنے اردگرد اک نئی دنیا
آباد کرتا ہے
غموں سے چھٹکارا پاتا ہے
انہیں جھیل جاتا ہے
ہر کش اس پر تخلیق کے نئے دروازے
کھول دیتا ہے
مگر وہ انہیں درج کرنے کی صلاحیت
کھو چکا ہے

## بھکاری

خارش زدہ بھکاری، زائرین کو
اپنی بلند آواز ذکر سے متاثر کرتا ہے
وہ کبھی کسی مسجد کے اندر نہیں گیا
مسجدیں اسے، بہت اچھی لگتی ہیں
مگر ابھی وہ قطار نہیں بنی، جس میں
اسے کھڑا ہونے کی اجازت ملے گی
اسے ادھورا پن محسوس ہوتا ہے،
کون ہے جو اسے وضو سکھائے
اندھی بھوک اور ننگے بدن والوں کو
ایسی باتیں کبھی نہیں سکھائیں گئیں
خدا نے اسے ناپسندیدہ شخصیت
قرار دے کر، باہر بٹھا دیا ہے
یہ امام پتہ نہیں زور زور سے
کیا پڑھتا ہے،
کسی کی، سمجھ میں کچھ نہیں آتا

## رات تماشا

اے رات، میرے مہا تما کا
شانہ شل ہو گیا ہے
گلے کی رگیں، تن گئی ہیں (قصہ ختم ہوا)
رات کی سردی ـــــــ تیرے
کاغذوں پر کچھ، عبارتیں ملی ہیں
جن کا کوئی مفہوم نہیں
وہ کہاں ہے، جس کے پاس
ہینگ بھی ہو، پھٹکری بھی
موت سے آدمی مرتا نہیں (فائدہ)
تیری زندگی کے پھٹے صحیفوں پر
جو کچھ لکھا ہے، پڑھا نہیں جاتا
میری زندگی کو لکھنے کی بجائے
کشتی میں رکھ کر بہا دے، اس بار
کوئی تو ملے گا، جو مجھے اٹھا کر
نئے سرے سے میرا تصور لکھے
اے رات
مجھے زندہ کر دے،

## تلاش

روحی ایک بے قرار و بے چین روح ہے
اسے مہم جوئی اور اسرار جاننے کا شوق ہے
ہم دونوں کی سوچیں الگ الگ ہیں،
وہ گوتم ہے، مفکر ہے، فلسفی ہے،
میں خوف ہوں، تنہائی ہوں، رنج ہوں
تقدیر کی بالادستی پر، اسے نروان مل چکا ہے
میں نے، درندے کا روپ دھارن کر کے،
انسانیت کی جاگتی آنکھوں کو لہولہان کر دیا ہے
ہمارے تعصبات کے آگے پل کون باندھے گا
وہ بشارت کی بنیاد پر آسودگی کی تبلیغ کرتی ہے
اپنے پیچھے چھوڑے ہوئے شہر کو
محبت پر تعمیر کرتی ہے
میرے لوگوں پر ابھی استحصالی قوتیں،
حملہ آور رہتی ہیں، مجھے ان کے لئے
نئے آدرش کی تلاش میں، برگد تلاش کرنا ہے

## کل الصبح

کل الصبح، میری قبر پر آ جانا
تم میرے سب سے اچھے دوست ہو
میں نے اپنی کچھ چیزیں نکال کر
باہر رکھ دی ہیں،
جن کے ساتھ ہدایات درج ہیں،

تمہیں خوابوں کی ایک گٹھڑی ملے گی
یہ ساری ناکام و نامراد آرزوئیں ہیں
ایسے خواب اس زمانے میں
کوئی جاہل ہی دیکھ سکتا تھا
انہیں میرے ساتھ والی قبر میں
دفنا دینا،
مردہ چیزوں کو جسموں سے الگ
دفن کرنا چاہیے

ایک کاپی میں تمہیں میرے ترانے ملیں گے
ان پر تمہیں ہنسی بھی آئے گی
وہ ایک ایسے وطن کے لیے گائے گئے
جس کا میں کبھی شہری نہیں تھا

ایک پوٹلی جس میں میری کچھ دوستوں کے
خطوط ہیں، انہیں واپس کر دینا، ورنہ
وہ جیتے جی، افشائے راز سے قرار رہیں گی

اس میں تمہیں میری چوریوں کی فہرست بھی ملے
گی
انکم ٹیکس، ویلتھ ٹیکس، پراپرٹی ٹیکس
اور وہ سارے ٹیکس جو میں نے چوری کیے
انہیں جلا کر راکھ کر دینا، میرے وارث
پریشان ہوں گے
ان انسپکٹروں کی نوکریاں بھی جاتی رہیں گی
جنہوں نے ہیرا پھیری میں میرا ساتھ دیا،

یہاں تمہیں کچھ خالی بوتلیں اور خالی ڈبے بھی
ملیں گے، انہیں اپنے ڈرائنگ روم کی
زینت بنا لینا
میری بیوی کے بارے میں زیادہ بچار نہیں کرنا
وہ میری زندگی ہی میں مجھے چھوڑ کر بھاگ گئی تھی

## اپنی مدد آپ

مجھے خدا کا پیغام آیا ہے،
جس طرح پیغمبر آنے بند ہو گئے ہیں،
ایسے ہی معجزے اور من وسلویٰ،
تاریخ میں دفن کر دیے گئے ہیں،
دعائیں اب، گاڑیوں کے نیچے آن کر
مر جاتی ہیں،
اب رہتی دنیا کو رہتے دم تک
اپنی مدد آپ کے تحت
زندگی گزارنی ہے
اگر تمہیں اعتبار نہیں آتا تو وہ سامنے
میز پر، ہماری گفت وشنید پڑی ہے،
اسے اٹھا کر ذرا کارنس پر رکھ دو،
اپنے کفن کے لیے بھی، تمہیں
ایدھی کو فون کرنا پڑے گا۔

## اچھا لگا

ساری زندگی کی اذیت کے بعد
تمہارا آنکھیں کھول کر سونا
اچھا لگا،

## فیصلوں کو قید نہیں رکھا جا سکتا

شرافت، گیدڑوں کی خوراک ہے
گھوڑے پر سوار شکاری
مردار شئے نہیں کھاتے
انہیں فیصلہ کرنا ہے، کس کا انتخاب کریں،
چشمے پر نہاتی لڑکی کا یا پھر
سفید پانی میں تیرتی مچھلیوں کا
فیصلوں کو قید نہیں رکھا جا سکتا
بھوک پیاس، شکار پر اکساتی ہے

## دوستو

انسان کو جہاں ہے جیسے ہے کی
بنیاد پر دوبارہ اٹھایا جائے گا
ہمارے درمیان جو فاصلے ہیں،
ہمیں اسی زندگی میں مٹانے ہیں
پھر شائد یہ ممکن نہ رہے
وہاں چلنے پھرنے پر پابندی ہوگی
آؤ ان دوریوں کو یہیں ختم کر لیں۔

## وارفتگی

شراب اور راگ کا دیوتا
روح کی بقا اور آسودگی کا ذریعہ ہے
آؤ، شراب پی کر پجاریوں کے ساتھ
جلوس نکالتے ہیں،
جب یہ خیال، ہم میں راسخ ہو جائے گا کہ
برہم کا وجود، ہم میں، حلول کر گیا ہے تو
اس وارفتگی کے عالم میں،
جو چیز ہمارے ہاتھ لگے گی،
اس کی تکا بوٹی کر دیں گے
پنڈت، پروہت، جوتشی
سب جانتے ہیں کہ وارفتگی کے عالم میں
ایک شکتی ہم میں حلول کر جاتی ہے
پھر ہم اسے بکنی دے کر یا پھر
اپنے جنسی عمل سے اسے خوش کریں گے

## بدچلن

گدھ نے، زہر دینے والی طوطی کو
پہچان لیا،
وہ اس کے پیچھے ہولیا،
طوطی اڑتے اڑتے تھک گئی
لاچار ہو کر پانی سے بھری کھوپڑی پر اتر گئی
،
کھوپڑی کا پانی، اچھل کر دونوں کے
پروں پر گر گیا،
پروں کے بھیگتے ہی،
وہ دونوں پھر مر گئے
بدچلن عورت مر کر، طوطی ہوئی تھی۔

اظہاری اسلوب میں حوصلہ مند ہونے کے باوجود شاعر کے درون میں روح کے آشوب نے عجب ہنگام برپا کر رکھا ہے۔ گھٹن زدہ کم وکیف موسم نے حبس کی حدت اتنی بڑھادی ہے کہ ذراسی بادِ صبا کی خواہش میں جسم وجان کی دیواریں چٹخی جارہی ہیں اور برہنہ ہوتی روح، نا مہربان آسمان سے برستی دھوپ کی تمازت سے پیاسی ہوکر گرلا رہی ہے۔ روح و بدن وجسم کی پیوستگی وہم رشتگی بھی ان کے ہاں ایک اہم موضوع بن کر سوالیہ ہورہی ہے۔ وہ خود کلامی کرتے ہوئے خدا سے مکالمہ کر بیٹھتے ہیں۔ لاپروائی سے ہنسی اچھال کر بے تکلف دوستوں کی طرح حال چال پوچھتے، چھیڑ چھاڑ کر لیتے ہیں، پر اس ہنسی کے پس منظر میں درد کی لہریں وجود سے ٹکرا کر چھلک رہی ہیں۔ اور سوال بن کر الجھ رہی ہیں۔

یہ چھیڑ چھاڑ، اس خواہشمندی سے جڑی نظر آتی ہے کہ انسان کی تخلیقی سرشت بے باک ہے۔ ساختہ حد بندیوں نے محبوس فضا بنا رکھی ہے اور نادیدہ پہرا بٹھا رکھا ہے۔ بعض اوقات وہ حقیقی تخلیق کار (خدا) کے مقابل کھڑے ہونے کی خواہش جرأت کے ساتھ کر بیٹھتا ہے۔ یقیناً اس کی اس طفلانہ خواہش پر وہ مسکرا دیتا ہوگا۔ مگر خواہش تو خواہش ہے وہ بھی اسی کے خلق کردہ انسان کی، مگر یہ بھی ہے کہ جس کی بے باکی کے صلے میں اسے تخلیقی ہنر عطا کیا گیا۔ شاہد زبیر اس کا ادارک رکھتے ہیں اور خواہش مند ہوتے ہیں۔

سائرہ غلام نبی



DASTAK PUBLICATIONS
Gulgasht Colony, Goal Bagh, Multan
Cell: 0302 7766622
Email: dastakpublication@yahoo.com

Rs. 300/-